اللہ نور السمٰوٰت والارض

تقاریر

از

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
کتبخانہ فخریہ دیوبند ضلع سہارنپور

تقاریر

مع سوانح عمری

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام

مولوی نور الحسن

ناشر

کتب خانہ فخریہ دیوبند

(یوپی)

غیر مجلد 1/25 مجلد 1/50

نحمدہٗ و نصلی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی سے دین کے احیاء کا جو عدیم النظیر منظر ان آنکھوں نے دیکھا ہے واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں بلا تکلف اس کو بڑی سے بڑی کرامت اور استقامت دعوت کا ہم پلہ قرار دیا جا سکتا ہے وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء حضرت مولانا مرحوم عشق الٰہی کے جس زمرہ گرامی سے نسبت روحانی رکھتے تھے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جو شعلے ان کے سینے میں منور تھے دعوت و استقامت کا جو ہمہ گیر سیلاب ان کے نفس گرامی پر مستولی تھا صحابہ کرام اور سلف صالحین سے بے مثال تعلق و ارادت اور دین کی عام ہمدردی اور خلوص یہ سب باتیں بجائے خود اس کا ثبوت ہیں کہ ان کے نطق گرامی سے نکلا ہوا ہر لفظ نادیر دلوں کو حرارت، ایمان کو تجدید، عمل کو قوت روح کو بیداری، نفوس کو سوز، اور یقین کو ولولہ پیہم عطا کرتا رہیگا۔

عزیزی مولوی نور الحسن مدرس دار العلوم دیوبند حضرت مرحوم کی چند تقریروں اور مختصر سوانح کا یہ مجموعہ شائع کر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ امت مرحومہ اس سے اتنا ہی فائدہ اٹھائے جتنا کہ اس کا حق ہے۔

فخر الحسن

خادم حدیث مدرسہ دار العلوم

دیوبند

مہد سے لحد تک

از :- مولانا سید محمد ثانی حسنی ایڈیٹر ماہنامہ "رضوان" لکھنؤ

ولادت | حضرت مولانا محمد یوسف رح کاندھلہ میں سہ شنبہ ۲۵ رجمادی الاولی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰ رمارچ ۱۹۱۷ء کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس رح اسوقت مدرسہ مظاہر علوم (سہارنپور) میں مدرس تھے ۔۔۔ ۲ رجمادی الثانی دوشنبہ کے دن عقیقہ ہوا اور نام محمد یوسف رکھا گیا۔ **ماحول اور بچپن** ۔ مولانا محمد یوسف صاحب رح نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں اور پرورش پائی۔ اسمیں مرد تو مرد عورتیں تک دینداری اور تقویٰ میں ممتاز تھیں، خاندان میں قرآن مجید کا حفظ کرنا معمول سا بن گیا تھا، بچے، بوڑھے، مرد وعورت عام طور پر حافظ ہوتے تھے، گھر کی بیویاں تلاوت، ذکر و تسبیح اور نوافل وغیرہ کا بڑا اہتمام کرتیں، ہر طرف علم و تقوی کا چرچا تھا، خاندان اور خاندان کے باہر کئی بزرگ ہستیاں موجود تھیں جنکی دعائیں اور شفقتیں مولانا محمد یوسف کے ساتھ تھیں اسی کا نتیجہ تھا کہ سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا، اس وقت بستی نظام الدین اولیاء رح میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس رح کی خدمت میں تھے۔

والدین کی تربیت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ایک معزز اور صالح بزرگ مولانا رؤف الحسن صاحب کی بیٹی تھیں اور والد ماجد خود ایک بڑے بزرگ اور شیخ طریقت نرم و گرم پر نظر رکھنے والے تھے، اس لئے ان دونوں نے اپنے ہونیوالے نامور فرزند کی خوب اچھی طرح تربیت کی، اور چھوٹی چھوٹی باتوں تک کا خیال رکھا۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے ایک مجلس میں خود

فرمایا۔ "ہماری اماں جی نے ہماری تربیت اس طرح کی کہ کوئی مہمان بہو ی مٹھائی یا کیلے وغیرہ تحفہ میں لاتیں اور میں ان کی طرف دیکھ لیتا تو مہمان کے جانیکے بعد اماں جی میری پٹائی کر دیتیں کہ تم نے مٹھائی کیطرف گھور کر کیوں دیکھا"۔ ایکبار فرمایا "میں نے والد کے بازار سے ایک آنہ کی بھی مٹھائی خرید کر نہیں کھائی، یہ وجہ نہ تھی کہ میرے پاس پیسے ہوتے تھے بلکہ بات یہ تھی کہ میں نے پیسے جمع کرنیکا ایک ڈبہ بنالیا تھا اور اسمیں جو پیسے مجھ کو ملتے ڈالدیا کرتا تھا۔ کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کتابیں خریدوں گا۔ ؎

بستی نظام الدینؒ میں مہمانوں کی کثرت رہتی۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ مہمانوں ہی کیساتھ کھانا تناول فرماتے تھے، مولانا محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ کی عمر ۱۲۔۱۳ سال کی رہی ہوگی حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے مہمانوںکو ناشتہ کرانے، کھانا کھلانے اور اس سلسلہ کی اور دوسری خدمتیں اسی کم عمری میں مولانا محمد یوسفؒ صاحب کے سپرد کر دی تھیں۔ مولانا روزانہ اندر سے کھانا لاتے اور فارغ ہونیکے بعد برتن لیجاتے۔ مدرسہ کاشف العلوم (بستی نظام الدین) میں پڑھنے والے طلباء کے وظائف اور کھانے پینے کا کوئی خاص انتظام نہ تھا، طلباء کی ٹولیاں باری باری سے طلباء کا کھانا پکاتیں اور اس سلسلہ کے چھوٹے بڑے سارے کام خود کرتیں۔ مولانا محمد یوسفؒ ان کے کاموں میں بھی شریک رہتے، ان کے ساتھ آٹا گوندھتے، مسالہ پیستے اور جنگل سے جلانے کیلئے جھاڑ جھنکاڑ گھسیٹ کر لاتے۔ والدین کی اسی تربیت کا اثر تھا کہ عام لڑکوں کی طرح وہ اپنے فرائض سے غافل نہیں رہتے تھے، لہو ولعب میں اور بیکار وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتے تھے، تعلیم کا شوق تھا، صحابہ کرام کے تذکرے اور خدا کی راہ میں ان کی جانبازی اور قربانی کے واقعات سے بڑی گہری دلچسپی تھی، فتوح الشام کا اردو منظوم ترجمہ صمصام الاسلام جس میں صحابہ

(۱) روایت مولوی شبیر احمد حیدر آبادی

کرام کے جہاد اور فتوحات کا تذکرہ ہے، بچپن ہی میں ذوق و شوق سے پڑھتے تھے۔[1]

ابتدائی تعلیم ابتدائی تعلیم میں قاری معین الدین صاحب نے تجوید سکھائی۔ گیارہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدینؒ میں عربی شروع کی سب سے پہلے میزان الصرف پڑھی اور ۱۵۔۲۰ دن میں ختم کر دی، اسوقت مولانا مرحوم کے ساتھی قاری سید رضا حسن صاحب مرحوم اور مولانا محمد ادریس صاحب انصاری اور بعض دوسرے حضرات تھے، طلباء کی یہ مختصر جماعت تھی جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے پڑھ رہی تھی میزان الصرف کے بعد منشعب اسکے بعد صرف میر پڑھی، پھر پنج گنج دوسرے استاد سے پڑھی۔ پنج گنج کے بعد پھر خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے نحو میر پڑھائی، اسکے بعد قصیدہ بردہ، قصیدہ بانت سعاد اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی چہل حدیث حفظ کرائی۔ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی ابتدائی تعلیم میں حافظ منیر الدین صاحب نے بھی حصہ لیا اور متعدد کتابیں پڑھائیں فقہ کی کتابیں کنز الدقائق تک حافظ مقبول حسن گنگوہی سے پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم درسی کتابیں زیادہ تر خود حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ سے پڑھیں ۱۳۵۱ھ میں حضرت مولانا سفر حج پر تشریف لے جانے لگے تو مولانا محمد یوسف کو مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل کر دیا۔ وہاں اس سال آپنے ہدایہ اولین اور میبذی وغیرہ پڑھیں حضرت مولاناؒ کی حج سے واپسی کے کچھ مدت بعد مولانا محمد یوسف صاحب پھر بستی نظام الدین میں آگئے اور آگے کی کتابیں مشکوٰۃ جلالین وغیرہ وہیں پڑھیں۔ ایک سال کے بعد ۱۳۵۲ھ میں دوبارہ مدرسہ مظاہر علوم میں آکر صحاح اربعہ پڑھیں، صحیح بخاری شریف حضرت مولانا

---

[1] بروایت حضرت مولانا انعام الحسن صاحب۔

حافظ عبد اللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، صحیح مسلم مولانا منظور احمد خان صاحب مدظلہ
سے سنن ابوداؤد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ سے جامع
ترمذی حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کیمبلپوری سے، مولانا انعام الحسن صاحب بھی ساتھی
اور ہم سبق تھے۔ مولانا ممدوح ہی نے ذکر فرمایا کہ ہم دونوں نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا
رات کے ابتدائی آدھے حصہ میں ہم میں سے ایک مطالعہ کرے گا اور دوسرا سوئے گا، اور
آدھی رات ہو جانے پر مطالعہ کرنیوالا چائے بنائے گا اور دوسرے ساتھی کو اٹھا کر
اور اسکے ساتھ چائے پی پلا کر سو جائے گا۔ اور اس دوسرے کے ذمہ ہوگا کہ فجر کی
جماعت کیلئے سونیوالے ساتھی کو اٹھائے۔ ایکدن حضرت مولانا مرحوم شروع رات میں
مطالعہ کرتے تھے اور میں سوتا تھا اور دوسرے دن اسکے برعکس ترتیب رہتی تھی، لیکن تعلیمی
سال ختم ہونیسے پہلے ہی مولانا مرحوم کی علالت کی وجہ سے مظاہر علوم سے نظام الدین
آجانا پڑا۔ مولانا انعام الحسن صاحب بھی ساتھ ہی آئے اور صحاح اربعہ کا جو باقی حصہ
رہ گیا تھا وہ اور صحاح ستہ کی باقی دو کتابیں ابن ماجہ و نسائی اور انہیں کے ساتھ
شرح معانی الآثار طحاوی اور مستدرک حاکم بھی اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس
رحمۃ اللہ علیہ سے نظام الدینؒ میں پڑھیں۔ **نکاح** — ۳ محرم ۱۳۵۴ھ کو جس
دن کہ مدرسہ مظاہر علوم کا سالانہ جلسہ تھا، شیخ الحدیث مدظلہ کی بڑی صاحبزادی کے
ساتھ مولانا محمد یوسف صاحب کا اور ان سے چھوٹی صاحبزادی کیساتھ مولانا انعام الحسن صاحب کا نکاح ہوا، مجلس
نکاح میں مظاہر علوم اور دار العلوم دیوبند کے اکابر علماء اور دوسرے مشائخ شریک تھے۔ نکاح حضرت مولانا سید حسین احمد
صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔ صاحبزادہ مولانا محمد ہارون کی پیدائش
۲۳ / ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ دوشنبہ و سہ شنبہ کی درمیانی شب میں اللہ

تعالیٰ نے مولانا کو ایک فرزند عنایت فرمایا، محمد ہارون نام رکھا گیا۔ جو الحمد للہ اسوقت ۲۰ سال کے ہیں اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر ہیں۔ **پہلی اہلیہ کا انتقال اور دوسرا نکاح** — پہلی اہلیہ محترمہ مولانا محمد ہارون کی والدہ مرحومہ نے طویل علالت کے بعد ۲۹ شوال ۱۳۶۶ھ (۶ ستمبر ۱۹۴۷ء) بروز دوشنبہ ایسی حالت میں کہ مغرب کی نماز اشارہ سے ادا کر رہی تھیں اور سجدہ کا اشارہ کر کے گویا سجدہ میں جا چکی تھیں، جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ اللّٰھم اغفر لھا وارحمھا۔ تقریباً تین سال کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ہی کی دوسری صاحبزادی کے ساتھ ۹ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ کو عقد ہوا۔ یہ اہلیہ محترمہ بحمد اللہ بقید حیات ہیں، لیکن ان سے اولاد کوئی نہیں ہوئی۔ **بیعت وارادت** — حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ جو حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ہمزلف بھی ہیں اور بچپن اور تعلیم کے ساتھی بھی اور آخر تک مشیر کار و دست راست رہے اور اسوقت حضرت مرحوم کے جانشین اور تبلیغی کام کے نگراں و امیر ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ مدظلہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ ابھی تک حضرت سے بیعت نہیں ہوئے ہیں تو فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ تم لوگ چچا جان (مولانا محمد الیاسؒ) سے بیعت ہو چکے ہو، بہر حال اب دیر نہ کرو۔ ہم لوگوں نے حضرت مولانا سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت مولانا نے منظور فرمالی خود غسل فرمایا اور بڑا اہتمام فرمایا اور پھر خوشی کے ساتھ بیعت فرمالیا اور فرمایا اللہ مبارک کرے اور انشاء اللہ مبارک ہی ہے۔ **پہلا حج اور دعوت کا کام** — حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دیرینہ خواہش تھی کہ تبلیغ و دعوت کا کام جو ہندوستان میں چل چکا ہے، اور کچھ علاقوں میں اللہ کے فضل سے جم بھی گیا ہے وہ اب باہر بھی پہنچنا چاہئے خصوصاً

دیارِ عرب میں جہاں سے یہ کام چلا تھا ۱۳۵۶ھ میں آپ کے دل میں اس کا داعیہ بڑی شدت سے پیدا ہوا۔ آخر کار ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ میں حج کیلئے روانہ ہوگئے ہمراہی میں مولانا احتشام الحسن صاحب (۲) حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ (۳) مولانا انعام الحسن صاحب (۴) مولانا نور محمد صاحب میواتی (۵) حاجی عبدالرحمٰن صاحب (۶) مولانا ادریس صاحب اور دوسرے حضرات بھی تھے۔ حجاز میں تبلیغی کام کی ابتدا ہوئی جبرائیل کے ایک اجتماع میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے عربی میں ایک تقریر بھی فرمائی جسکا سامعین پر اچھا اثر پڑا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی عمر اس وقت تقریباً اکیس سال تھی، یہ حج مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا آخری حج تھا اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا پہلا حج۔ دوسرا حج بیس سال کے بعد ۱۳۷۶ھ میں کیا۔ اور تیسرا آخری حج ۱۳۸۴ھ **خلافت و نیابت**۔۔۔ ۱۲ جولائی ۱۹۴۴ء کو بروز چہارشنبہ جبکہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سفرِ آخرت کی تیاری فرما رہے تھے گویا کہ زندگی کا یہ آخری دن تھا، نظام الدین میں علماء اور مشائخ جمع تھے، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری اور مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کو یہ پیام پہنچا کہ مجھے اپنے آدمیوں میں سے ان چند پر اعتماد ہے آپ لوگ جسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کو بیعت کرا دیں، جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں (۱) حافظ مقبول حسن صاحب (۲) قاری داؤد صاحب (۳) مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی (۴) مولوی یوسف صاحب (۵) مولوی انعام الحسن صاحب (۶) مولوی سید رضا حسن صاحب۔

ان حضرات نے دوبارہ مشورہ کرکے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی یوسف صاحب ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے خلافت کیلئے "القول الجمیل"

ہیں جو شرائط لکھے ہیں وہ سب بحمد اللہ ان میں پائے جاتے ہیں، عالم ہیں، متورع ہیں اور علوم دینیہ سے اشتغال رکھتے ہیں، فرمایا۔ اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ اسی میں خیر و برکت فرمائے گا مجھے منظور ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ پہلے مجھے بڑا کھٹکا اور بے اطمینانی تھی، اب بہت اطمینان ہو گیا ہے امید ہے کہ انشاء اللہ میرے بعد کام چلے گا۔

رات کے پچھلے پہر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا اکرام الحسن صاحب کو یاد فرمایا مولانا محمد یوسف صاحب سے فرمایا "یوسف آمل لے ہم تو چلے" اور صبح کی اذان سے پہلے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی اور عمر بھر کا تھکا مسافر جو شاید کبھی اطمینان کی نیند سویا ہو، منزل پر پہنچکر میٹھی نیند سویا۔ "رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا" صبح کی نماز کے بعد بہتے ہوئے آنسوؤں کے درمیان حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی جانشینی عمل میں آئی اور مولانا کا عمامہ ان کے سر پہ باندھا گیا۔ اب دعوت و تبلیغ کا پورا بوجھ حضرت مولانا محمد یوسف کے کاندھوں پر آ گیا اور دعوت و تبلیغ کے قافلہ کے سالار بنکر دنیا کے سامنے آئے۔ **نظام الدین کے شب و روز** ــــ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جبتک بستی نظام الدین میں قیام کرتے تو شب و روز کا نظام اس طرح رہتا، صبح کی نماز اکثر خود پڑھاتے بعد نماز دعا فرماتے عموماً نماز خوب اسفار میں ہوتی، دعا کے بعد تقریر فرماتے جو تقریباً دو گھنٹہ تک رہتی۔ بعض اوقات دھوپ کافی نکل آتی اور لوگ دھوپ میں بصد شوق تقریر سنتے، مولانا کبھی بیٹھ جاتے اور جوش آتا تو کھڑے ہو جاتے دھوپ کی تیزی کی بنا پر کوئی خادم یا طالب علم چھت سے لمبائی کی طرف سے دری (جس پر نماز پڑھی جاتی تھی) لٹکا دیتا تاکہ حضرت مولانا کو دھوپ سے تکلیف نہ ہو اس کے بعد جماعتوں کی تشکیل ہوتی۔ اس کے بعد حضرت مولانا اپنے حجرہ میں آتے

والے مہمانوں کو ناشتہ کراتے اور یہاں بھی مولانا کی گفتگو جاری رہتی اور موضوع اور مرکزی نقطہ اس گفتگو کا بھی دین کیلئے محنت و قربانی ہی ہوتی، کبھی جماعتوں کی سرگزشت اور مختلف علاقوں سے آنیوالے مہمانوں سے کام کے متعلق دریافت حال، اکثر اسی مجلس میں اجتماعات کی تاریخیں بھی طے ہوتیں، پھر مہمان رخصت ہوتے تو ان کو ہدایات دیتے اس کے بعد ۱۱ بجے کے قریب جماعتوں کی روانگی کے وقت حضرت مولانا رخصتی تقریر فرماتے جس میں اصول، طریقۂ کار اور نظام الاوقات پر تفصیل سے روشنی ڈالتے پھر تمام مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اس کے بعد ظہر تک قیلولہ، نماز ظہر کے بعد مطالعہ اور درس حدیث جو قریب عصر تک جاری رہتا، بعد عصر خطوط کے جوابات لکھاتے، مہمانوں سے ملتے اور کبھی کبھی اسوقت بھی تقریر فرماتے، بعد نماز مغرب سورۂ یٰسین کا ختم ہونا اور ختم پر دعا ہوتی، کبھی خود دعا کراتے، کبھی صرف شرکت فرماتے کبھی کسی کی تقریر بھی ہوتی. اس کے بعد مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا، جنکی تعداد عموماً سیکڑوں ہوتی، اسکے بعد نماز عشاء ہوتی عشاء کی نماز کے بعد عہد نبوی، اور عہد صحابہؓ کے واقعات کا کتابی درس ہوتا پہلے تو یہ کام اکثر البدایہ والنہایہ سے لیا جاتا تھا، لیکن جب سے خود مولانا کی ترتیب دی ہوئی حیاۃ الصحابہؓ تیار ہو گئی تھی وہی سامنے رہتی، ادھر چند سالوں سے بعد نماز عشا کا یہ درس دوسرے حضرات کے سپرد ہو گیا تھا. دین کیلئے محنت و قربانی کی دعوت مولانا کی روح بن گئی تھی، ہر تقریر اور گفتگو کا موضوع یہی ہوتا تھا، شروع میں تو تین چلّوں اور سات چلّوں کی دعوت دیجاتی تھی لیکن آخر زمانے میں عمر اور ہر سال ۸-۸ مہینے کی دعوت دیتے تھے ....

.... مولانا کی دعوت اور اس کی کیفیت میں مسلسل ارتقا جاری تھا اور گزشتہ سال جب مولانا نے اپنے رفقاء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ آخری حج کیا. اس

حج میں اور حج کے بعد مولانا پر اپنے کام اور اپنی دعوت کا اور زیادہ غلبہ ہوگیا تھا۔

آخری حج آپ نے ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۶۴ء ذریعہ ہوائی جہاز اپنی زندگی کا آخری حج کیا، اس حج کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس سفر میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، بھی ہمراہ تشریف لے گئے تھے اور تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والے خواص کی ایک بڑی جماعت ساتھ تھی۔ خود حضرت مولانا اور حضرت شیخ الحدیث اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور مولانا محمد ہارون صاحب اور چند اور رفقاء تو ہوائی جہاز سے گئے تھے باقی حضرات بحری جہاز سے گئے تھے۔ مکہ معظمہ پہنچکر صبح وشام حضرت مولانا کی تقریریں شروع ہو گئیں حرم شریف میں اور اسکے علاوہ بھی مختلف مقامات کے خصوصی اجتماعات میں خطاب فرماتے۔ ۲۷ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہوئے، نصف یوم اور ایک شب راستہ میں بدر ٹھہرے۔ ۲۸ ذی الحجہ کو مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ منورہ میں بھی صبح وشام اجتماعات ہوتے۔ ہر ہر طبقہ میں خطاب فرمایا۔ ہندوستانی مجمع، بخاری مجمع، عربی مجمع، الغرض کوئی وقت ایسا نہ تھا جسمیں مولانا کا خطاب نہ ہوتا ہو۔ حرمین پاک میں عموماً فجر کی نماز غلس میں (یعنی اندھیرے میں) ہوتی ہے۔ حضرت مولانا کا خطاب نماز کے بعد ہی شروع ہو جاتا اور سورج خوب بلند ہونے تک جاری رہتا، لوگ ہمہ تن گوش ہو کر خطاب سنتے اور پہلو نہ بدلتے، اس مبارک سفر میں طالبین حق کا ایسا رجوع عام ہوا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ مولانا کی دعوت پر لمبی لمبی مدت کیلئے ۲۶ جماعتیں نکلیں جنمیں سے اٹھارہ یورپ وغیرہ کے دور دراز ممالک فرانس، مغربی جرمنی، انگلستان وغیرہ کیلئے اور آٹھ جماعتیں مختلف ممالک عربیہ کیلئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپسی ہوئی اور سولہ دن وہاں پھر قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے کراچی تشریف لائے اور پہنچتے ہی وہاں کے

تبلیغی مرکز کی مسجد میں تقریباً تین گھنٹے تقریر کی، تین دن کراچی میں قیام رہا اور عادت و معمول کے مطابق دعوتی تقریروں اور گفتگوؤں کا سلسلہ جاری رہا۔ کراچی سے لائلپور تشریف لائے، راستہ کے قریب قریب ہر اسٹیشن پر اللہ کیلئے محبت کرنیوالے زائرین کا مجمع ہوتا تھا جہاں وقت میں گنجائش ہوتی آپ اپنی کچھ بات فرماتے اور دعا ہوتی۔ لائلپور سے سرگودھا۔ سرگودھے سے ڈھڈیاں (جہاں حضرت اقدس رائپوری نوراللہ مرقدہٗ آرام فرما ہیں)، اس کے بعد راولپنڈی، رائے ونڈ، لاہور۔ ان تمام مقامات پر کم و بیش قیام فرمایا، ہر جگہ صبح و شام گھنٹوں خطاب فرماتے رہے، بولتے بولتے گلے ہیں سوجن ہوگئی، ڈاکٹروں نے اصرار سے مشورہ دیا کہ کچھ دنوں کیلئے بولنا چھوڑ دیا جائے۔ مگر حضرت مولانا اس پر آمادہ نہیں ہوئے حسب عادت تقریروں اور گفتگوؤں کا سلسلہ جاری رہا اور مرض ترقی کرتا گیا۔

پاکستان کا آخری سفر حضرت مولانا فروری ۱۹۶۵ء کے دوسرے ہفتہ میں براستہ لاہور ڈھاکہ کے اجتماع میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے اجتماع سے فارغ ہونیکے بعد مشرقی پاکستان کے اہم مقامات پر اجتماعات ہوئے اور تقریروں کا سلسلہ جاری رہا اسکے بعد مغربی پاکستان تشریف لائے۔ کراچی۔ میرپور خاص، ملتان، کنگن پور، ٹل (کوہاٹ) اور راولپنڈی کے اجتماعات ہوئے جنمیں حسب معمول حضرت مولانا تقریریں فرماتے رہے۔ اس کے بعد رائے ونڈ کے اجتماعات میں رونق افروز ہوئے، یہاں آخری دن (۲۳ مارچ کو) تقریباً ستر جماعتیں رخصت کیں، اس پورے دورہ کے اجتماعات میں دو مستقل تقریریں صبح اور شام کو ضرور ہی فرماتے، اس کے علاوہ عصر سے مغرب تک خصوصی مجلس میں بیان ہوتا۔ ناشتہ اور کھانیکے وقت بھی گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا ــــ رائے ونڈ کے اجتماع کے بعد لاہور تشریف لے آئے، پھر وہاں سے نارووال کے اجتماع میں تشریف لیگئے اندرونی طور پر کچھ تکلیف

محسوس کرتے رہے نگران کے بےمثل ضبط و تحمل نے اسکو ظاہر نہ ہونے دیا، جب اب کو وقت آخر جاکر علم ہوا کہ وہ کتنی تکلیف میں بتلا رہے ہیں، وہاں دو دن کے بعد جمعۃ المبارک کی ادائیگی کیلئے گوجرانوالہ رک گئے اور اس تکلیف کے باوجود جمعہ سے قبل اور اس کے بعد بھی وہاں تقریر فرمائی، عصر کے قریب لاہور بلال پارک چلے آئے اور یہاں بھی اس تکلیف کے باوجود بیانات برابر جاری رہے۔ ہفتہ کی شام کو دو گھنٹہ تک تقریر فرمائی اور اگلی صبح اتوار کو جماعتوں کو رخصت کرنیسے پہلے ہدایات سے نوازا، پونے دس بجے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ مولانا ٹیلیفون کمپاؤنڈ میں چلے گئے وہاں دس بجے عورتوں کا اجتماع تھا اور مولانا کا بیان ہونا تھا۔ دوشنبہ کو پھر رائے ونڈ تشریف لے آئے تین دن یعنی جمعرات تک پھر قیام فرمایا، روزانہ صبح کو خواص سے خطاب فرماتے، ان تینوں دنوں میں بڑی اہم ہدایتیں اور نصیحتیں کام کرنیوالوں کو فرمائیں۔ **لاہور کا ورود اور انتقال** — ۲ر اپریل جمعہ کے دن ٹرین سے سہارنپور کیلئے روانگی طے تھی۔ جمعرات کے دن رائے ونڈ سے فارغ ہو کر لاہور تشریف لے آئے، ایکدن پہلے (بدھ کے دن گلے سے معدے تک سانس کی نالی میں چبھن محسوس فرماتے تھے، لاہور پہنچکر طبیعت میں تقریر کیلئے آمادگی نہیں تھی۔ حضرت مولانا کیلئے یہ بالکل غیر معمولی اور نئی بات تھی اور طبیعت کے اس حال کا اظہار بھی فرمادیا تھا۔ بلال پارک میں (جہاں لاہور کا تبلیغی مرکز ہے اور وہیں مولانا کا قیام تھا) حسب معمول بعد مغرب جمعرات والا اجتماع شروع ہوا اور چونکہ عام طور سے یہ اطلاع تھی کہ حضرت مولانا کل جمعہ کو ہندوستان تشریف لے جائینگے۔ اور لوگوں کا خیال تھا کہ آج کے اجتماع میں مولانا کے اس سفر پاکستان کی آخری

تقریر ہوگی۔ اس لئے مجمع زیادہ آگیا اور کچھ ایسے حضرات بھی آگئے، جو عام طور سے تبلیغی اجتماعات میں آیا نہیں کرتے، اس لئے بعض مخلصین نے عرض کیا کہ کچھ ضرور فرمادیں مولانا نے ارادہ فرمالیا اور طبیعت کے انتہائی احساس ضعف کے باوجود ہمت اور قوت ارادی استعمال کرکے کھڑے ہو گئے اور سوا گھنٹے تک تقریر فرمائی، صاف محسوس ہو رہا تھا کہ مولانا زبردستی تقریر فرما رہے ہیں، پیشانی تک سے پسینہ چھوٹ رہا تھا اور آواز میں بہت نقاہت تھی، تقریر کے بعد تشکیل شروع ہوئی، اسوقت بھی طبیعت پر جبر کرکے بیٹھے رہے، اسکے بعد ایک نکاح پڑھانا تھا وہ بھی پڑھایا، لیکن اس موقع پر تقریر نہیں فرمائی اور دعا بھی مختصر فرمائی جو ان کے عمر بھر کے معمول اور طریقہ کے لحاظ سے بالکل نرالی بات تھی۔ اسلئے خاص ساتھیوں کو اندازہ ہو رہا تھا کہ کوئی غیر معمولی بات ہے، مجلس نکاح سے اٹھ کر قیام گاہ کی طرف چلے جو بالکل برابر میں تھی، چلتے ہوئے فرمایا مجھ کو سنبھالو، سعید ابن صدیق صاحب اور ریاض لاہوری نے گلے اور کمر کو ہاتھوں سے سہارا دیا۔ چند قدم بڑھتے ہی لڑکھڑا گئے، اور غشی طاری ہو گئی، اٹھا کر کمرہ میں لایا گیا اور اسی بے ہوشی کی حالت میں لٹا دیا گیا، ایک حکیم صاحب جو سفر میں ساتھ تھے ان کے پاس جواہر مہرہ تھا۔ انھوں نے دودھ میں گھولکر چمچے سے پلایا، چند منٹ کے بعد کچھ ہوش آگیا، ہاتھ پاؤں بالکل ٹھنڈے تھے، نبض بہت ہی ضعیف تھی، لاہور کے نامور ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ صاحب کو بلایا گیا، انھوں نے دیکھ کر کہا کہ قلب پر ایسا شدید حملہ ہوا تھا کہ اس سے بچ جانا بس ایک کرامت ہے، انھوں نے مشورہ دیا کہ مولانا کو اسی وقت ہسپتال میں داخل کر دیا جائے لیکن اس پر عمل نہیں ہوسکا اور ڈاکٹر صاحب کی تجویز کردہ دواؤں کا استعمال شروع ہوا آدھی

رات گزرنے کے کافی بعد حضرت مولانا نے عشاء کی نماز ادا کی، صبح تک طبیعت ایسی سنبھل گئی کہ کرنل ضیاء اللہ صاحب نے جب آکر دیکھا تو انھیں سخت حیرت ہوئی، سب لوگ ایک درجہ میں مطمئن ہو گئے۔ اس اثناء میں مولانا نے کچھ ضروری باتیں بھی کیں۔ اس سلسلہ میں مولانا انعام الحسن صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ میری کتابوں کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ بہر حال دوپہر تک طبیعت بہت قابل اطمینان رہی۔ لیکن جمعہ کی نماز کے وقت پھر ایکدم طبیعت بگڑی اور سانس بے قابو سا ہو گیا۔ فرمایا مجھے مختصر سی نماز پڑھوا دو۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے بہت مختصر نماز پڑھا دی۔ مسجد میں جمعہ کی نماز بھی مولانا مفتی زین العابدین صاحب نے بہت مختصر پڑھائی، ڈاکٹر اسلم صاحب نے آکر دیکھا تو کہا مرض کا دوبارہ حملہ ہو گیا ہے فوراً اسپتال لے چلنا چاہئے تاکہ وہاں آکسیجن دیجائے حضرت مولانا نے سنا تو فرمایا وہاں نرسیں بھی ہوں گی۔ مفتی زین العابدین صاحب نے فرمایا کہ اس کا پورا انتظام کر لیا جائیگا کہ کوئی نرس اور عورت قریب نہ آئے تو لے چلنے کی اجازت دیدی۔ **آخری وقت**۔ موٹر میں حضرت مولانا کو لٹا دیا گیا اور وہ اسپتال کی طرف روانہ ہو گئی۔ حضرت مولانا انعام الحسن مولوی الیاس میواتی اور ڈاکٹر اسلم ساتھ بیٹھے، اس وقت سانس زیادہ اکھڑنے لگی اس وقت زبان پر تھا رَبِّیَ اللہُ رَبِّیَ اللہُ۔ مولوی الیاس صاحب میواتی کا بیان ہے کہ اسی کے ساتھ حضرت مولانا نے شام کے وقت کی ماثورہ دعائیں پڑھنی شروع کر دیں اور کلمہ شریف پڑھنے لگے، گڑھی شاہو کے چوک کے قریب جب موٹر پہنچی تو دریافت فرمایا اسپتال کتنی دور ہے؟ عرض کیا گیا ابھی آدھا فاصلہ ہے۔ اس کے بعد زبان صحیح طور سے اپنا کام کرنیکے لائق نہیں رہی، آنکھوں میں بھی تغیر آگیا۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے یٰسین شریف شروع کر دی اور بس چند لمحوں میں حضرت

مولانا نے کلمہ شریف پڑھتے ہوئے متبسم چہرہ کے ساتھ جان، جان آفریں کے سپرد کردی یعنی ۲۹ ر ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲ر اپریل ۱۹۶۵ء جمعہ کے دن ۲ بجے کے قریب ۲۱ برس تک مسلسل اللہ کے لئے اور اُس کے دین کیلئے جان کھپانے والی یہ بابرکت ہستی اس فانی دنیا سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔ **نماز جنازہ** نعش مبارک بلال پارک واپس لائی گئی، جو سنتا تھا حیرت زدہ ہو کر رہ جاتا تھا، جیسے جیسے خبر پھیلتی گئی، مجمع بڑھتا گیا عشا ہوتے ہوتے ہزاروں کا مجمع ہو گیا، نماز جنازہ ہوئی، جو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے پڑھائی، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب گمتھلوی (خلیفۂ خاص حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ) سرگودھا سے ایک قافلہ کے ساتھ اسوقت پہنچے جب نماز جنازہ ہو چکی تھی۔ حضرت ممدوح نے دوسری دفعہ نماز جنازہ پڑھائی۔ اگرچہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب وغیرہ کی رائے یہ تھی کہ حضرت مولانا کو وہیں دفن کر دیا جائے لیکن حافظ صدیق صاحب وغیرہ میواتی حضرات کے شدید اصرار پر اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ سے فون کے ذریعہ استصواب کے بعد ہوائی جہاز سے دہلی جنازہ لانے کا فیصلہ ہوا۔ جنازہ کے ساتھ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری، حافظ صدیق صاحب قاری رشید صاحب، مولوی الیاس صاحب میواتی، میاں جی اسحاق صاحب اور حاجی احمد صاحب پالنپوری بھی ساتھ بیٹھے، جنازہ ڈیڑھ بجے رات لاہور سے روانہ ہو کر ۳ بجے دہلی کے ہوائی اڈہ پر اترا، اور ساڑھے تین بجے کے قریب نظام الدین لے آیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سہارنپور سے حضرت شیخ الحدیث تشریف لے آئے خبر دہلی

اور اطراف میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی اقتدار میں نماز جنازہ صبح ۹ بجے پڑھی گئی جسمیں دہلی اور اس کے قریبی علاقوں اور میوات کے قریبًا اسی ہزار مسلمانوں نے شرکت کی اور حضرت مولانا مرحوم اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کر دیئے گئے ؎ آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

پسماندگان حضرت مولانا مرحوم کی زندگی کی جو خاص نوعیت تھی اسکی بنار پر بلاشبہ ساری امت مسلمہ اور بالخصوص انکے لاکھوں عقیدتمند اور محبین جنکو انکے ذریعہ دین اور ایمان و یقین کی دولت ملی انکے پسماندگان میں ہیں، لیکن عرف عام اور قرابت و عزیز داری کے لحاظ سے انکے پسماندگان میں ایک صاحبزادہ مولانا محمد ہارون صاحب ہیں جو الحمدللہ مولانا کے نقش قدم پر ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو خاص الخاص ترقیات سے نوازے، دوسری حضرت کی والدہ ماجدہ اماں جی ہیں، جنکے بارہ میں اپنی معلومات کی بنا پر لکھنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ اپنے وقت کی رابعہ ہیں، تیسری حضرت مرحوم کی اہلیہ محترمہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی صاحبزادی ہیں۔ چوتھے محترمہ ہمشیرہ صاحبہ ہیں جو حضرت شیخ الحدیث کی اہلیہ محترمہ ہیں جنکے صاحبزادے مولوی محمد طلحہ ہیں، پانچویں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب ہیں جو خاندانی قرابت کے علاوہ ہمزلف بھی ہیں اور ساری عمر حضرت مولانا مرحوم کے ساتھ دو قالب ایک جان ہو کر رہے، عام طور سے محسوس کیا جاتا تھا کہ تبلیغ کے نام سے جو دینی جدوجہد چل رہی ہے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سے حضرت مولانا مرحوم اس کا قلب ہیں اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اس کا دماغ۔ حضرت مولانا کے وصال کے بعد ان کے جانشین خاص کی حیثیت سے اس دینی جدوجہد کی سب سے بڑی ذمہ داری اب انھیں پر ہے، اللہ تعالیٰ ان کی پوری مدد فرمائے

اور امت کو ان سے ویسا ہی نفع پہنچائے جیسا کہ حضرت مرحوم سے پہنچا یا دما ذالک علی اللہ بعزیز
چھوٹے ان کے برادر معظم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم ہیں
جو چچا زاد بھائی اور خسر ہونے کے علاوہ والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے بعد ان کے
استاد و مربی بھی ہیں۔ حضرت شیخ کو حضرت مولانا مرحوم سے جو مشفقانہ تعلق تھا اور
حضرت مولانا مرحوم حضرت شیخ کے ساتھ عقیدت و نیاز مندی کا جو رابطہ رکھتے
تھے اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ حضرت شیخ کے لئے یہ حادثہ کسی
باکمال اور صاحب فیض سگے بیٹے کے حادثہ سے کم نہیں ہے۔ حضرت شیخ اس دور
کے شیخ المشائخ اور مرجع خلائق ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ دیر تک قائم رکھے
اور امت کو استفادہ کی توفیق دے۔ ان حضرات کے علاوہ کاندھلہ میں پورا خاندان
ہے جنہیں حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب بھی ہیں جو حضرت مولانا مرحوم
کے حقیقی ماموں ہیں۔ بہت سی مفید کتابوں کے مصنف ہیں، ان کے علاوہ
مولانا انعام الحسن صاحب کے والد ماجد مولانا اکرام الحسن صاحب، مولانا صوفی
افتخار الحسن صاحب، مولانا اظہار الحسن صاحب، مصباح الحسن صاحب وغیرہ
قریبی اعزہ اور متعلقین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی رضا و محبت کے
اونچے مقام تک پہنچائے۔

دما مات منّا کان ثقی یقایاہ مثلهم
شباب تسامیٰ للعلیٰ و کهول

بشکریہ مدینہ اخبار مورخہ ۲۱ ستمبر ۶۵ء

میدان عرفات میں

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب

یوم عرفہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۶۴ء

بروز شنبہ

از

اسرار الحق

(دھرتی حسن آباد، راولپنڈی)

بزرگو، دوستو!

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کا بہت بڑا احسان ہے کہ ہم کو باوجود ہماری نااہلی کے اور اس بات کے کہ اس پاک میدان میں آنے کے قابل نہیں تھے کیونکہ ہم میں بہت زیادہ گندگیاں بھری ہیں اس پاک میدان میں بلایا۔ جہاں آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کو بلا کر حج نصیب کرایا۔ جس

جگہ ہزاروں، لاکھوں انبیاء و رسل کا پسینہ گرا اور آنسو گرے اور ان کے انوار آج تک اس سرزمین میں موجود ہیں اس کی ذات سے امید ہے کہ ہمیں ایسی جگہ بلا کر ان کے آنسوؤں، ذکر و استغفار، تکبیر، چیخ و پکار کی نسبت سے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مغفرت نصیب فرمائیگا۔ یہیں حضرت آدمؑ و حضرت حواؑ کی توبہ قبول فرمائی اور ملاقات بھی اسی میدان میں کروائی۔ اسی وجہ سے اس میدان کا نام عرفات ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی معرفت سے ایک قطرہ عطا فرما۔ (آمین)

حضور اکرمؐ نے اس میدان میں خطبہ دیا اور آخر میں فرمایا کہ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ یعنی ہر شخص یہاں سے مبلغ بنکر جائے اس سے پہلے فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ کون سا مہینہ ہے؟ کون سا مقام ہے؟ کیا یہ فلاں دن نہیں؟ فلاں مہینہ نہیں؟ فلاں مقام نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا بے شک ہے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح یہ سب قابل احترام ہیں، متنبہ ہو جاؤ کہ اسی طرح تمہاری جان کا ایک ایک قطرہ، ایک ایک بال اور مال کا ایک ایک پیسہ ایک دوسرے کے اوپر حرام ہے۔ خواہ دنیا کے کسی حصہ کا مسلمان ہو ساری دنیا کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کی جان اور مال کی حفاظت کریں ــــــ

بھائیو! یہ زمین جس پر اللہ نے ہمیں اور آپ کو محض اپنے کرم سے بلا استحقاق پہنچایا سارے انبیاء کے دعا مانگنے کی جگہ ہے اور قیامت تک سارے انسانوں کی دعاؤں کا مرکز ہے۔ جیسا جس کو اللہ کی ذات پر یقین ہوگا اسی قدر اس کی دعاؤں میں قوت ہوگی۔ پہلے سب انبیاءؑ سے یقینوں کے بدلنے کی اور اللہ جیسے ہیں ان کی ذات کو پہچاننے کیلئے اور اللہ سے لینے کیلئے عبادات پر محنت کروائی پھر ان کی

طاقت ان کے علاقے میں دکھلائی۔ نوح ؑ کی دعا پر پوری قوم کو غرق کر دیا۔ اسی طرح سارے نبیوں سے محنت کرا کے ان کی دعاؤں کی طاقت کو ان کے علاقہ میں ظاہر کیا اپنے اپنے علاقہ میں محنت کر کے علاقہ کی ترتیب کو بدلوا کر سارے انبیاءِ کرام بیت اللہ پر پہنچا کرتے تھے۔ جس طرح ایک غلام اپنے آقا کے کام کو محنت سے کر کے اس کے پاس آتا ہے وہ بہت ڈرتے ہوئے ہچکیوں سے روتے پیٹتے بھکاری بن کر اللہ کے در پر آتے تھے پھر میدان عرفات میں حاضر ہوا کرتے تھے

سارے انبیاء علیہ السلام کی طرح حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک محنت کا میدان قائم کیا اور سارے صحابہ کو ابنیاء کے طریقہ پر ایمان اور اعمالِ صالحہ کی بنیاد پر اٹھایا اور ظاہر کے خلاف محنت کر کے خدا کے یقین کی بنیاد پر دعا مانگ کر اللہ سے اپنی حاجتوں کو پورا کرا لینا سکھایا۔ صحابہ نے اللہ کی اطاعت میں ظاہر کے خلاف کیا اور پھر دعا مانگی تو اللہ نے اپنی قدرت سے ظاہر کے خلاف کر کے دکھایا۔ ایک مرتبہ حضر موت کے علاقہ میں صحابہ کو پانی نہ ملنے کی وجہ سے موت نظر آ رہی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہ ادکرنے کے لئے ایک میدان میں رکے ہی تھے کہ سارے جانور بھاگ گئے۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے موت پہلے ہی سامنے تھی، اب دو موتیں نظر آنے لگیں۔ ان کے امیر حضرت علی حضرمیؓ نے کہا کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا اللہ کے اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے نہیں ہو؟ کیا اللہ کی مددیں حق نہیں ہیں سب نے کہا ہیں۔ انھوں نے کہا پھر تیمم کرو اور اللہ سے دعا مانگو، چنانچہ فجر کی نماز تیمم کر کے پڑھی اور پھر دعا مانگی اور اس وقت تک دعا کے ہاتھ نہیں چھوڑے جب تک زمین سے پھٹ کر پانی نہیں نکل آیا فرط خوشی سے ان کی زبان پر تھا کہ یہ ہے جس کا

اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ خوشی میں پانی میں کود پڑے اور پھر دیکھا کہ جانور بھی چلے آرہے ہیں۔ اس طرح کہ جیسے کوئی ان کو پکڑ کر لا رہا ہے۔

حضورؐ اپنے صحابہؓ کو ظاہر کے خلاف عمل کر کے دعا مانگ کر اللہ کی قدرت کے ذریعہ اپنے سارے مسائل حل کرانا سکھا گئے تھے اللہ کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے یقین اور اللہ کی عبادت اور بندگان خدا سے ہمدردی، خدمتِ خلق اور اعلیٰ اخلاق عمل کے ذریعہ ان کو دعا کی قوت حاصل ہو گئی تھی۔ دعا ایک ایسی بنیاد ہے کہ مال سے تو تم ناکام ہو سکتے ہو لیکن تم مالدار ہو یا مفلس، امیر ہو یا فقیر۔ حاکم ہو یا محکوم، بیمار ہو یا تندرست، ہر صورت میں دعا کے ذریعہ سے اللہ تم کو ضرور کامیاب کرے گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو دعا کے راستے سے اپنی حاجتوں کا اللہ سے پورا کرانا خوب سکھایا۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں مسائل میں ان کی دعائیں خوب چلا کرتی تھیں۔

ظاہر تو محض خدا کے ہاتھ میں ہے اسے جیسا چاہے بدل دے۔ تیرہ سال کی مسلسل محنت پر تفصیلی دعا کا طریقہ آیا اور اس کے بعد جب آپؐ یہاں پہونچے تو آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہؓ نے امت کے لئے دعائیں مانگیں۔ ہر نبی کو ایک دعا ایسی دی جاتی تھی کہ جس وقت وہ دعا مانگیں گے اللہ وہ کر دیں گے۔ یہ دعا اس نبی کی محنت کے بدلے میں دی جاتی تھی۔ سارے نبیوں نے اپنی قوم یا امت کے متعلق دعائیں یا بددعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کو قبول فرمایا۔ نبی کے ماننے والوں کو ان کی دعا نے چمکا دیا اور نہ ماننے والوں کو برباد کر دیا۔ کہیں آسمان سے کھانے اتار دیئے۔ اس طرح ان کی محنتوں والی دعائیں دنیا ہی میں نمٹ

گئیں اور ختم ہوگئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دعا محنت والی عطا فرمائی۔ لیکن حضور نے وہ دنیا میں نہیں مانگی بلکہ اس کو پوری امت کے آخرت کے مسائل حل کرنے کے محفوظ رکھا۔ فرمایا کہ سب آ کر اپنی اپنی دعا کر گئے لیکن میں اپنی محنت والی دعا کو آخرت میں لے جا رہا ہوں۔ وہی "شفاعت" ہے۔ وہ میری محنت والی دعا ہے اور اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ تم کو راضی کر دوں گا اور جب تک میری ساری امت جنت میں داخل نہیں ہو جائے گی میں راضی نہ ہوں گا۔ عام مسلمان تو کہتے تھے لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ شفاعت والی آیت ہے لیکن اہل بیت کہتے تھے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ شفاعت والی آیت ہے۔

ایک دعا نبی کی محنت پر قبول ہوتی ہے۔ ایک دعا نبی کی نماز پر روزہ پر حج پر قبول ہوتی ہے۔ ایک امتی کی دعا بھی اسی طرح قبول ہوتی ہے۔ جس ذات نے حج کو صحیح کیا اور قیامت تک کے لئے اس کو چالو کیا اور ایسا بڑھیا حج کیا کہ آدمؑ سے لیکر آج تک نہ ایسا بڑھیا حج ہوا اور نہ آئندہ قیامت تک ہوگا تو اس ذات کی حج والی دعا کس قدر اونچی اور مقبولیت والی ہوگی۔ آپؐ نے اپنی مقبولیت والی دعا کو بھی آخرت میں امت کی ابدی زندگی کے لئے محفوظ فرما دیا نہ اپنے لئے کچھ مانگا نہ اپنے خاندان یا صحابہ کے لئے اسی طرح حج کی دعائیں بھی سوائے امت کے کسی اور کے لئے کچھ نہ مانگا۔ یہ نہ مانگا کہ حسینؓ قتل نہ کئے جائیں۔ حضرت عثمانؓ شہید نہ کئے جائیں اور حسنین کی زندگی گذاریں بلکہ ان دونوں کو تو اس کی خبر دے گئے ساری امت کے لئے قربانی دینے سے ہے حضرت امام حسینؓ جنکے ہاتھوں قتل ہوئے، علیؓ قتل ہوئے حضرت عثمانؓ قتل ہوئے اس کو تو پی گئے اور ساری امت میں ان قاتلوں کو بھی شامل

کرکے پوری امت کی دعا مانگ گئے خواہ کتنی تکالیف پہنچ جائیں ان کو برداشت کرلیا جائے تو اللہ اپنا پیارا بنالیتے ہیں۔ اپنے اور اپنے خاندان والوں کے بارے میں آپؐ نے ہر قسم کی تکالیف برداشت کرکے حج والی دعا مانگی تو وہ بھی ساری امت ہی کے لئے مانگی۔ آپؐ کو اپنی امت سے بہت زیادہ محبت اور تعلق تھا۔ آج دین کے دشمن بے انتہا مال خرچ کرکے امت کو اسلام سے نکالنے کی کوشش کررہے ہیں۔ امت اعمال تو چھوڑ رہی ہے۔ لیکن اب بھی دین چھوڑنے پر تیار نہیں یہ برکت اور صدقہ ہے ان دعاؤں کا جو آپ امت کے لئے کرگئے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے دعا کی درخواست کی۔ آپؐ نے دعا دی حضرت عائشہ اس دعا کو سن کر خوشی میں لوٹ پوٹ ہوگئیں اور کہا کہ یہ دعا مجھ کو بہت پسند آئی۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہؓ میں یہ دعا ہر نماز کے بعد اپنی امت کے لئے روزانہ کرتا ہوں۔ یہ حضرت عائشہؓ کون ہیں۔ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

فرمایا عائشہؓ۔ ایسی عائشہؓ کو تو وہ دعا عمر میں ایک مرتبہ دی اور امت کے لئے وہ دعا ہر روزانہ ہر نماز کے بعد۔ حج پر اپنے یا اپنے رشتہ داروں کے لئے دعا مانگنے کے بجائے آپؐ نے امت ہی کے لئے دعا مانگی آپؐ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔ عرض کیا کہ پہلے نبی آتے تھے وہ گرتی ہوئی امتوں کو سنبھال لیا کرتے تھے۔ اب کوئی نبی آنے والا نہیں۔ شیطان بہکانے کے لئے موجود ہے۔ امت گرے گی تو گرتی جائے گی۔ اب آپؐ یہ طے فرما دیجئے کہ یہ ساری امت... جنت میں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے بہت رونے اور گڑگڑانے پر امت کی مغفرت فرمادی سوائے ظالم کے کہ اس کو نہیں بخشوں گا۔ اب مزدلفہ تشریف لاکر ان

ظالموں کے لئے بھی آپؐ روئے جو مسلمانوں کو ستائیں اور پریشان کریں اور اللہ سے دعا کی آپؐ کو امت سے کس قدر تعلق تھا ہم تو اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ آپؐ کے سامنے ایک چور لایا گیا آپؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا جس وقت اس کا ہاتھ کاٹا جا رہا تھا آپؐ کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کو تو اس کے ہاتھ کٹنے کا بہت رنج ہوا۔ اگر ایسا تھا تو آپؐ اس کا حکم نہ فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا وہ بدترین امیر ہے جو حد کو جاری نہ کرے۔ تم اپنے بھائی کو میرے پاس تک لائے کیوں؟ کیوں نہیں سمجھا بجھا کر توبہ کرا دی۔ تم نے تو شیطان کا ساتھ دیا اب میرے ایک امتی کا ہاتھ تم سب کے سامنے کاٹا جا رہا ہے اس پر مجھے کیوں رنج نہ ہو۔ آپؐ اپنی امت کے چور تک کے لئے اس قدر شفیق ہیں۔ اور تو یوں کہیں کہ کم بخت چور تھا اچھا ہوا ہاتھ کٹ گیا۔ اور سزا ملی۔ لیکن آپؐ کے آنسو اس کے لئے جاری ہو گئے آج امت کے ہزاروں بے گناہ افراد، عورتوں اور بچوں کے گلے کاٹے جا رہے ہیں۔ لیکن ان پر ہمارا ایک آنسو ایسا بھی نہیں نکلتا جیسے حضورؐ کے بے شمار آنسو ایک امتی چور کے ہاتھ کٹنے پر نکلے تھے۔ اس امت پر آپؐ کو زبردست شفقت تھی۔ اس امت پر آپؐ نے اپنا عیش قربان کیا، لذتیں قربان کیں۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی حضور کے پاس آیا۔ اور اس زور سے آپؐ کی چادر کھینچی کہ گلا گھٹ گیا اور رنگ بدل گیا۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا حضور آپؐ کے پاس ایسے جاہل لوگ آتے ہیں۔ کوئی چادر کھینچتا ہے کوئی ہاتھ پکڑتا ہے۔ آپؐ کے لئے کوئی اونچی جگہ بنوا دیں جہاں آپ تشریف رکھا کریں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں مجھ کو چھوڑ دو انھیں دیہاتیوں کے ساتھ آپؐ

کو جیسی شفقت امت کے ساتھ تھی کسی دوست کو دوست کے ساتھ نہیں ہو سکتی تھی آپؐ نے رو رو کر مزدلفہ میں ان کی بخشش کرائی۔ عرض کیا کہ یا اللہ آپ کے خزانوں میں کمی نہیں۔ مظلوم کو اپنے خزانہ سے بدلہ دید یجئے اور ظالم کو معاف فرما کر جنت میں پہنچا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قبول فرمالیا۔ یہ دعا بھی مانگی کہ کوئی دشمن ایسا نہ ہو کہ سو فیصدی ان کو ختم کر دے یہ بھی قبول ہو گئی۔ پھر دعا مانگی کہ آپس میں نہ لڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی بداعمالیوں کی کوئی سزا بھی تو ہو۔ اب یہ ہوگا کہ مسلمان اللہ کے دین سے، اللہ کے حکم سے اعراض کریں گے تو اللہ ان کے دل پھاڑ دیں گے اور اس سے ان کا ضعف ہوگا اور ان کے دشمن ان کو کمزور پاکر ان پر دست درازی کریں گے اور ان کا خون ہوگا اور اسی میں ان کے عصیان کا کفارہ ہو جائے گا۔

خوارج کا قتل ہو رہا تھا۔ وہ پکڑ کر لائے جا رہے تھے اور مارے جا رہے تھے۔ جب کسی خارجی کا سر کٹتا تو ایک صحابی کے صاحبزادے "فی النار" کہتے تھے۔ باپ نے ڈانٹا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ حضورؐ کا امتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے امتی کو نافرمانیوں کی سزا دنیا میں دے کر آخرت میں جنت دیدیتے ہیں۔ حضورؐ نے اپنا سب کچھ امت پر لٹایا ہے اور اس پر اللہ نے جتنا زیادہ دیا وہ سب بھی امت پر لٹا دیا۔ انتقال کے وقت بیویوں یا رشتہ داروں کو بلا کر دیکھنے کا جذبہ نہ ہوا۔ جذبہ ہوا تو یہ ہوا کہ جاتے وقت میں اپنی امت کو دیکھتا جاؤں۔ فجر کی نماز ہو رہی تھی اور حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ گریہ و زاری سے نماز بھری ہوئی تھی۔ امت کو دیکھنے کے لئے آپؐ نے پردہ اٹھوایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ

عنقریب تھا کہ ہم فتنے میں پڑ جاتے اور اللہ کی طرف سے ہٹ کر حضورؐ کی طرف ہو جاتے۔ امت کو نماز پڑھتا دیکھا اور پھر آپؐ نے پردہ گرا دیا۔ آخری وقت میں آپؐ کی توجہ بجائے گھر والوں کے امت کی طرف تھی۔ حضرت اسامہ کو بلا کر کہا کہ اللہ کے رستے میں چلے جاؤ۔ اور آخر وقت میں الفاظ تھے الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم اور اس کے بعد صرف الصلوٰۃ الصلوٰۃ کے الفاظ تھے انتقال کے بعد سینے پر کان لگائے تو بھی "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" کے تھے۔ مجموعے پر جو اپنے کو قربان کرتا ہے انتہائی پیارا ہو جاتا ہے۔ حضورؐ نے امت پر انتہائی قربانی دی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مقام محمود اتارا جائے گا آواز آئے گی نبی امی اس پر بیٹھیں۔ فرمایا مجھے ڈر ہو گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے اس پر بٹھا کر جنت میں پہنچا دیں اور بعد میں میری امت کو دوزخ میں بھیج دیں تو میں زمین پر کھڑے ہو کر اور اس پر ہاتھ رکھ کر عرض کروں گا کہ اے اللہ پہلے میری امت کو جنت بھیجا جائے۔ افسوس آج اس امت پر مر مٹنے والے ختم ہو گئے۔ اس امت پر محنت کرنے والے ختم ہو گئے۔ اس امت پر رونے والے ختم ہو گئے۔ اگرچہ اپنے گھر والوں پر رونے والے بہت ہیں۔ باوجود مال ملک عمارات کے بھی یہ امت گھٹتی اور گرتی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس پر محنت کرنے والے، قربانی دینے والے آج ختم ہو گئے۔ اللہ نے تم کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ امت کی محنت کے لیے تم کھڑے ہوئے تمہاری تھوڑی محنت سے نمازیں قائم ہوئیں۔ حج کے صحیح ہونے کی شکلیں پیدا ہوئیں اس کا شکر ادا کرو اور امت کا درد اپنے دل میں پیدا کرو۔ امت کے لیے آنسو بہاؤ، رو ڈالو اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔

امت پر محنت کرنے والا ہر سطح پر اپنے کو قصوروار قرار دے اور آئندہ کے لئے اور زیادہ کرنے کے فیصلے کرے۔ پچھلی پر روئے اور آگے کو صحیح چلنے کا پورا عزم کرے تو اگر بالکل بھی کرنے والا نہیں تو اس طرح دعا قبول ہوگی۔ جیسے کرنے والوں کی جو محنت کرنے والے ہیں وہ اپنی محنت کی کوتاہیوں کی معافی مانگیں کہ ہم نے چل پھر کر جتنی محنت کرنی چاہیئے تھی نہ کی کہ امت کے اندر یقین اعمال، علم اور معاشرت درست ہو جائیں، چاہیئے تو یہ تھا کہ اس راہ میں ہم اپنا پورا مال لٹا دیتے، جانیں جھونک دیتے جس طرح حضور نے اپنا مال لٹایا اور اپنی جان جھونکی۔ حضور کے پاس بہت مال آیا لیکن سب امت پر لٹا دیا اور خود فاقے برداشت کئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آخر وقت میں حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ حضرت کے پاس بہت مال آئے لیکن ہم پر لگا دیئے، کھانے آئے تو ہم کو کھلا دیئے۔ پھر ہم آپؐ کے دیئے ہوئے مال اور کپڑوں اور کھانوں میں سے جا کر آپؐ کو دیتے۔ حضور صلعم کا فقر اختیاری تھا۔ اضطراری نہیں تھا۔ جو کچھ آتا امت پر لگا دیتے۔ نہ اپنا مکان بنایا نہ کھانے پینے پر لگایا۔ حضورؐ کی محنت ہمیں قصوروار قرار دے گی کہ ہم اس طرح محنت نہ کر سکے۔ ہم یہ سمجھیں کہ دوسروں نے محنت نہیں کی اور وہ قصوروار نہیں بلکہ ہم زیادہ قصوروار ہیں کہ ہم نے اس محنت کو کچھ کیا اور کچھ سمجھا بھی، اس طرح نہ کر سکے جیسا کہ اس کا حق تھا۔ ہم زیادہ قصوروار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں کر رہے۔ کرنے والے پہلے کر گئے اس پر بہت استغفار اور رونا دھونا ہو کہ ہم اس کام کی شرائط پر بہت خام ہیں اور آئندہ کے لئے اللہ سے پوری توفیق

مانگی جائے کہ ہم اس قابل نہیں کہ حق ادا کر سکیں۔ ہمارا استحقاق نہیں مگر آپ اپنے
کرم سے پچھلا قبول فرما لیں اور آگے کو زیادہ کرنے اور حق ادا کرنے کی توفیق عطا
فرما دیں۔ پھر دعا مانگی جائے کہ حضورؐ اور ان کے ساتھیوں کی طرح اللہ ہم کو
محنت کی توفیق عطا فرمائے۔ کہیں یہ ہماری محنتیں ملک و مال پر نہ پڑ جائیں۔
بلکہ ہم دنیا میں سے اس کا کچھ بھی بدلہ نہ لینے والے بنیں اور سارے انعامات
آخرت میں چاہیں۔ جنھوں نے سب سے زیادہ کیا وہ مال آنے پر بھی ویسے
رہے جیسے پہلے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ ایک بیوہ عورت کی بکری کا جا کر دودھ
روزانہ نکالا کرتے تھے۔ آپ جب خلیفہ بنے تو عورت کی لڑکی نے کہا اب دودھ
نکالا کریں گے۔ حضرت ابو بکرؓ روئے اور فرمایا کہ امید ہے میں ایسا ہی رہوں گا۔
جیسا پہلے تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایک اپاہج بڑھیا چھانٹی جس کا کوئی خبر گیر نہیں
تھا۔ اس کے گھر آئے تو اس کا سب کام ہوا ہوا ملا۔ پھر آئے پھر کام ہوا ہوا
تھا۔ تیسرے دن بہت سویرے آئے تو دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اس
کا پاخانہ صاف کیا، اس کو کھانا دیا، اس کا گھر صاف کیا۔ حضرت عمرؓ کی زبان سے
نکلا اے ابو بکرؓ خدا کی قسم میں تم سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جیسے حضورؐ کی زندگی
میں تھے ویسے ہی دنیا سے گئے اندازہ کیا ایک پوری قوم ایسی تھی جس سے یہ مجاہدہ
کرایا تھا کہ دنیا میں کچھ لینا نہیں صرف آخرت میں ملے گا۔ آج امت کو ایک
ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو یہ کہے کہ ہم نہ ملک لیں نہ مال لیں، نہ عزت چاہیں
بس حضورؐ کی امت کو مصیبت میں سے نکلوانے کے لئے محنت کریں، قربانی دیں اور
قیامت کے دن حضور سے جا کر کہیں۔

اگر ایسے لوگ پیدا ہو جائیں تو امّت کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے اور امت چمک جائے جو تمہارے پاس ہے وہ لگا دو۔ کمائیاں چھوڑانا مقصود نہیں کمائیاں کرتے رہو اور جو زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے اپنی جان اور مال امّت کے اوپر لگاتے رہو۔

پہلے اپنے قصوروں کی معافی مانگو۔ پھر آئندہ کی توفیق اور امت کیلئے زیادہ سے زیادہ قربانی دینے کو امت کی ہدایت کو اللہ سے مانگو۔ گرد وغبار نے امت کی محبت کی چنگاریوں کو دبا رکھا ہے۔ اللہ سے مانگو کہ وہ اس کو ہٹائے اور اس چنگاری کو بڑھائے۔ کفار بھی امت دعوت ہیں .... ان کے لئے بھی دعائیں کرتی ہیں۔ اگرچہ اپنے مسلمان بھائیوں کی بے دینی کی وجہ سے ہم ان میں ابتک دعوت کا کام شروع نہیں کر سکے لیکن ہم پر ان کا بھی حق ہے۔ ان کی ہدایت کی بھی دعا کرو۔ ساتھ ساتھ وہ کفار جو شریر ہیں اور شرارت کے ناکے ہیں۔ جنکے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے ان کی تباہی کی دعائیں بھی مانگو۔

دعوتِ ایمان وعمل

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کی ایک تقریر مضمون کے پیرایہ میں

خطبۂ مسنونہ کے بعد

دینی بھائیو اور دوستو! ـــ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ اس دنیا میں جو کوئی جس مقصد کے لئے بھی اس کے طریقے پر محنت کرے گا۔ اسے وہ مقصد کسی نہ کسی درجہ

عہ راستہ سرچشمہ۔

میں ضرور حاصل ہوگا۔ اب جو شخص دنیا کی کسی چیز کو مقصد بنا کر دنیوی طریقے پر اس کے لئے محنت کرے۔ اللہ تعالیٰ جس حد تک چاہتے ہیں اس کو وہ چیز عطا فرما دیتے ہیں اور جو شخص آخرت کو موضوع و مقصد بنا کر اس کے لئے صحیح محنت کرے اس کو اللہ تعالیٰ آخرت کی نعمتیں بھرپور عنایت فرمائیں گے۔

آخرت کی محنت کے دو درجے ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی پوری زندگی تو اس طرح نہ گزارے جس طرح آخرت کے طالب کو گزارنی چاہیئے اور اپنے آپ کو دین کا پورا پورا تابع تو نہ بنائے مگر کچھ کام اللہ کی رضا والے کرے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی کارخانے میں تھوڑا سا حصہ ڈال کر شریک ہو جائے۔ یہ آدمی کارخانہ میں حصہ دار تو ضرور ہو جاتا ہے لیکن اسے اپنے حصے کا نفع بھی جبھی ملے گا جب کارخانہ کا حساب ہو اور منافع کی تقسیم کا وقت آئے درمیان میں اگر اسے ضرورت ہو تب بھی نہیں مل سکتا حتیٰ کہ اگر اپنی کسی ضرورت کے لئے اپنا سرمایہ بھی اس میں سے نکالنا چاہے تو اس کا نکلوانا بھی اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ اسی طرح جو شخص آخرت کے کچھ اعمال کرتا ہے وہ آخرت کی نعمتوں میں حصہ دار تو ضرور بن گیا لیکن اس حساب میں اس کو اسی وقت ملے گا، جب آخرت میں پوری زندگی کا حساب کتاب ہوگا۔ اور جو شخص اپنی پوری زندگی دین کے ماتحت کر دے اور اپنے ہر کام میں اللہ کی رضا اور آخرت کو سامنے رکھے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے ذاتی سرمایہ سے اپنا کارخانہ قائم کرے وہ جب چاہے کارخانہ کے منافع میں سے اصل سرمایہ سے بھی

نکال سکتا ہے۔

مومن کا بھی یہی حال ہے۔ وہ اپنے ایمان اور عمل کا پھل آخرت سے پہلے دنیا میں بھی پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی حیات طیبہ عطا کرتا ہے وہ دعا کرکے بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے مسائل حل کرالیتا ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول کی اصل دعوت اسی درجہ کے لئے ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۔ (اے ایمان والو! پورے پورے اسلام میں آجاؤ اور اپنی پوری زندگی کو خدا کی فرمانبرداری میں دیدو) جو لوگ ایسا کریں گے ان کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب سے ان کے مسائل حل کرے گا (وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ)

زندگی کے مسائل کے لئے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کائنات کی جن چیزوں سے مسائل حل ہوتے نظر آئیں براہ راست ان چیزوں پر ہی محنت کی جائے۔ جیسے غلہ حاصل کرنے کے لئے زمین پر (یعنی زراعت پر) محنت کی جائے دولت حاصل کرنے کے لئے دکانوں پر (یعنی تجارت پر) محنت کی جائے۔ یعنی جو چیز اس دنیا میں جہاں حاصل ہوتی ہوئی نظر آئے۔ اس کے حاصل کرنے کے لئے بس اسی شے پر محنت کی جائے یہ طریقہ عام انسانوں کا بلکہ حیوانوں کا بھی ہے دنیا کے سارے حیوانات کا یہی عمل ہے کہ ان کو جو چیز جہاں سے نکلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اس کو وہیں حاصل کرنے کی وہ کوشش کرتے ہیں اس کے آگے پیچھے وہ کچھ نہیں جانتے۔

دوسرا طریقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کا ہے وہ یقین رکھتے ہیں کہ سب کچھ اللہ کے قبضہ واختیار میں ہے اور اس کے زیر حکم ہے۔ غلہ جو زمین سے

نکلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے (أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ) صحت و شفا جو بظاہر دوا سے حاصل ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے (وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ) اسی طرح نفع جو بظاہر تجارت اور دوکانداری سے حاصل ہوتا ہوا نظر آتا ہے وہ اللہ ہی کے حکم سے ملتا ہے اگر اللہ نہ چاہے تو نہ ملے! الغرض اس کائنات کی کسی چیز سے جو کچھ ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے بتلایا کہ وہ دراصل اس چیز سے نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ (قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔)

اس لئے ان کا اور ان کے ماننے والوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ تمام مسائل کی کنجی اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں یقین کرتے ہوئے ان اعمال اور اخلاق پر زور دیتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا، وابستہ ہے، وہ پورے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اللہ کی رضا والے اعمال و اخلاق اختیار کرو تاکہ ارادہ الٰہیہ تمہارے مسائل کے حل کی طرف متوجہ ہو، اس لئے کبھی کبھی تو وہ ظاہری اور دنیوی اسباب کو ہاتھ لگائے بغیر ہی بالکل معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی تبدیلیاں کرا لیتے ہیں۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانیوالوں کو جب ان کی قوم نے بہت ستایا اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو انھوں نے بس۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہاتھ اٹھائے اور پوری قوم کی تباہی۔ (رَبِّ إِنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا) اللہ تعالیٰ نے ایک سخت

تباہ کن سیلاب بھیجا جس نے ایک ظالم کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ (فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ـــ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ o) اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جب عاجز آگئے تو انھوں نے فرعون اور اس کی حکومت کا زور توڑنے کے لیے کوئی دنیوی اور مادی تدبیر تو نہیں کی نہ ان کے حالات ایسے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت پر کامل یقین کرتے ہوئے نمازوں کے بعد دعا کی کہ :۔ فرعون جس دولت وحکومت کے بل پر مظالم ڈھا رہا ہے اور تیرے بندوں کو تیری بندگی کے راستہ سے روک رہا ہے۔ اے اللہ تو اس مال و دولت اور طاقت وحکومت کو مٹادے اور جھاڑ پھیر دے (رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ) اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کی اور فرعون اور فرعونیت کو نیست ونابود کردیا ــــ اسی طرح قوم ثمود، قوم عاد، قوم مدین، اور قوم لوط یہ سب بھی براہ راست اللہ تعالیٰ کے حکم سے تباہ ہوئیں، ان کو ختم کرنے کے لیے کوئی دنیوی اور مادی کوشش ان میں آنے والے پیغمبروں نے اور ان کے ساتھیوں .... نے نہیں کی تھی۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی بیوی اور نومولود بچے حضرت اسمٰعیل کو اللہ کے حکم سے اس وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑا جس میں انسانی زندگی کا کوئی سامان نہیں تھا حتی کہ پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا تو ان کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سامانِ حیات پیدا کرنے کی کوئی دنیوی اور اسبابی کوشش بالکل نہیں کی بلکہ بس

اپنے مالک اور پروردگار سے دعا کی۔ (رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ۔) اللہ تعالیٰ نے براہ راست اپنی خاص قدرت سے ان کے لئے زمزم کا چشمہ جاری کیا جس کا پانی آج بھی مشرق و مغرب تک پیا جاتا ہے اور اس بے آب و گیاہ وادی کو ایسا مرکز بنا دیا کہ ہر طرف سے کھانے پینے کی چیزیں وہاں پہونچنے لگیں اور آجتک پہونچ رہی ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے صدقہ میں اپنی قدرت سے کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لئے دعا کے سوا کوئی اسبابی محنت نہیں کی تھی۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام اور ان کے متبعین اللہ ہی کے حکم سے اسباب کے راستہ سے بھی محنت کرتے ہیں۔ لیکن اس محنت میں بھی ان کے دل کی نگاہ رب الاسباب ہی پر جمی ہوتی ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں اور زبان سے کہتے بھی ہیں کہ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے کر رہے ہیں اور کریں گے۔ لیکن اصل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وجود میں وہی آئے گا جو اس کا فیصلہ ہو۔ غزوہ بدر سے لیکر فتح مکہ تک جتنے غزوات ہوئے ان سب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کبار نے امکان بھر اسبابی جدوجہد بھی کی اور جو اسوقت کر سکتے تھے وہ سب کچھ کیا لیکن ہر لمحہ دل اس یقین سے معمور رہا کہ اصل کرنے والا اللہ ہی ہے۔ جو کچھ ہوگا اسی کے ارادہ اور فیصلہ سے ہوگا۔ چنانچہ تمام غزوات میں جب آپؐ کو فتح حاصل ہوئی تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کے ساتھ بار بار اس کا اعلان فرمایا

کہ جو کچھ ہوا ہے اللہ کی مدد سے، بلکہ صرف اسی کے کرنے سے ہوا ہے۔ بہرحال انبیاء علیہم السلام اور ان کے ساتھیوں کا طریقہ یہ ہے وہ آخرت اور جنت کی طرح دنیا کی چیزوں کے بارے میں بھی یہ یقین کرتے ہیں کہ ان کا دینا نہ دینا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اسلئے یہاں کی چیزوں کیلئے بھی ان کی اصل اولی محنت اللہ کی رضا والے اعمال پر ہوتی ہے۔ خدا سے غافل ہو کر وہ دنیا کی کسی چیز پر محنت قطعاً نہیں کرتے۔ انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کا طریقہ یہی ہے۔ اسی طریقے سے اللہ کی مدد کے دروازے کھلتے ہیں۔ دنیا کی چیزوں کیلئے براہ راست صرف ان چیزوں پر محنت کرنا جیسا کہ میں نے کہا عام انسانوں کا بلکہ عام جانوروں کا طریقہ ہے ان کے پاس اپنے تجربے اور مشاہدے کے سوا علم و یقین کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور ہمارے پاس حقیقی علم اور یقین کا ذریعہ انبیاء علیہم السلام کی اطلاعات ہیں۔ کائنات میں سے چیزوں کا نکلنا جو ہم کو نظر آتا ہے انبیاء علیہم السلام لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ اس کی نفی کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:۔ چیزوں کا وجود نظر آنے والی چیزوں سے نہیں ہے بلکہ اللہ کے حکم سے ہے جو نظر نہیں آتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ـــــ اصل وہ نہیں ہے جو آنکھوں کو نظر آرہا ہے بلکہ اللہ کا وہ حکم اور ارادہ ہے۔ جو نظر نہیں آرہا ـــــ یہی ایمان بالغیب ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والوں کا طریقہ قیامت تک کے لئے یہی ہونا چاہیئے کہ ان کی نظر میں اصل اہمیت اشیاء والی محنت کی نہ ہو۔ بلکہ اس سے زیادہ فکر اس ایمان اور ان اعمال و اخلاق کی ہو جن پر اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے ـــ بدقسمتی سے اس وقت کا حال یہ ہے اپنے مسائل کے لئے ان کی ساری محنتیں اس طریقے

پر ہو رہی ہیں جو عام انسانوں اور جانوروں کا طریقہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ مسلمان اس طرز عمل کو بدلیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کا طریقہ اختیار کریں اس طرح پر محنت کرنے سے اللہ کی غیبی طاقتیں ساتھ ہو جاتی ہیں۔ یہ وہ طاقتیں ہیں جو روس!! امریکہ کے ایٹم بموں یا راکٹوں سے بھی شکست نہیں کھا سکتیں۔ بلکہ یہ راکٹ اور ایٹم بم اللہ کی غیبی طاقتوں کے مقابلے میں مچھر اور مکھی کی طرح بے حقیقت ہیں۔ جو لوگ اللہ اور اس کی طاقتوں کو نہیں جانتے ان کو یہ باتیں عجیب سی معلوم ہوں گی۔ لیکن حقیقت بالکل یہی ہے (وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ — اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ) مسلمان جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام والے اس طریقہ کو اختیار کرنے کا فیصلہ کریں گے تو سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ اپنے اندر کے یقین کو ٹھیک کریں اور چیزوں سے اور مادہ سے کچھ ہونے کے بجائے اللہ کے حکم سے ہونے کا یقین پیدا کریں۔ یہ یقین اس زمانہ کے حالات میں خاص مشق اور مجاہدہ کے بغیر اور دنیوی انہماک اور مادیات کی مشغولیات میں کمی کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ بھی زندگی کے نقشے میں بہت بڑی تبدیلیاں کرنی پڑیں گی۔ نفس کی خواہش کے بجائے اللہ کے احکام کے تحت زندگی گزارنی پڑے گی۔ صحابہ کرام کی زندگی کے نقشہ کو سامنے رکھ کر طے کرنا پڑے گا کہ زندگی میں

سے کتنا وقت مسلمان کا کمانے میں لگنا چاہیئے اور کتنا عبادت اور تعلیم و تربیت میں۔ اور کتنا زندگی کو صحیح کرنے والی مشق و محنت میں؟ پھر کمائی کو اللہ کے احکام کے تابع کرنا پڑے گا۔ رشوت چھوڑنی پڑے گی زیادہ نفع حاصل کرنے کے لیئے جھوٹ جس کا اب عام رواج ہو گیا ہے بالکل چھوڑنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ جو ناجائز طور طریقے آجکل کمائی میں عام طور سے رائج ہو گئے ہیں ان سب کو چھوڑنا پڑے گا۔ پھر اس کی وجہ سے کمائیوں میں کمی آئے گی اس کو بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ پھر یہ بھی طے کرنا ہو گا کہ اپنی کمائی میں سے کتنا اپنے اوپر خرچ کیا اور کتنا اللہ کے دوسرے ضرورتمند بندوں پر؟ —— آج حالت یہ ہے کہ جس کی کمائی زیادہ ہے وہ یا تو قارون کی طرح اپنا خزانہ بڑھائے جا رہا ہے یا عیاشوں ... کی طرح اپنی فضول خرچیوں میں اضافہ کیئے جا رہا ہے۔ ایک مکان موجود ہے تو اس سے عالیشان دوسرا مکان بنانا چاہتا ہے۔ سواری کے لئے ایک موٹر موجود ہے تو دوسری اس سے بڑھیا خریدنا چاہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ان برائیوں کو مٹانے کے لئے آئے تھے۔ جب مسلمان اپنی زندگی حضورؐ کے طریقے پر لانے کا فیصلہ کریں گے۔ تو انھیں یہ کرنا پڑے گا کہ خود چھوٹے معمولی سے مکان میں گزارا کریں اور اپنی فاضل کمائی سے اللہ کے بے گھر بندوں کے لیے مکان بنوائیں، خود سادہ اور معمولی کھائیں۔ اور اس طرح جو بچت ہو اس سے ان بھوکوں کی روٹی کا انتظام کریں جنکے پاس پیٹ بھرنے کا سامان نہیں ہے۔ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی میں حضورؐ کے طریقے پر کم سے کم خرچ کریں، اور جن غریبوں کی بیٹیاں ناداری کی وجہ سے گھر بیٹھی ہوئی ہیں۔ اپنی کمائی سے اُن کی شادیوں کا بندوبست کریں۔ ان معاملات میں مسلم اور غیر مسلم کی بھی تفریق نہیں ہوگی! اللہ تعالیٰ نے یہ حقوق سب حاجتمندوں

کے لیے رکھے ہیں۔ اس لیے یہ سلوک سب کے ساتھ کرنا ہوگا ___ آج مال و دولت کے بارے میں اور کمائی اور اس کے خرچ کے معاملہ میں ہمارا طریقہ محمد رسول اللہ والا طریقہ نہیں ہے ابوبکرؓ و عمرؓ والا طریقہ نہیں ہے بلکہ یہودیوں اور مہاجن بنیوں والا طریقہ ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت اور غضب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

الغرض حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر آنے کیلئے مسلمانوں کو اپنی پوری ظاہری اور باطنی زندگی کا نقشہ بدلنا ہوگا۔ اور اس سب کے ساتھ ایمان و عمل صالح اور اخلاق والی زندگی کو دنیا میں پھیلانے اور فروغ دینے کے لیے محنت اور مجاہدہ بھی کرنا پڑے گا اور اس میں نیت صرف اللہ کی رضا اور اس کے بندوں کی خیرخواہی اور نفع رسانی کی ہوگی جب جاکر زندگی وہ بنے گی جس کو لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آئے تھے ___ یہ زندگی اگر کچھ افراد اختیار کرلیں گے تو اللہ تعالےٰ ان کے انفرادی مسئلے اس دنیا میں بھی حل فرمائے گا اور آخرت میں بھی ان کو خاص الخاص نعمتوں سے نوازا جائے گا اور اگر یہ زندگی مسلمانوں کی اجتماعی زندگی بن جائے اور ان کا معاشرہ اس رنگ میں رنگ جائے تو اللہ تعالےٰ ان کے اجتماعی مسائل بھی اپنی خاص قدرت سے حل کرے گا جن کے دلوں میں ان کی دشمنی ہے یا تو ان کے دوست اور فدائی بنادیئے جائیں گے اور جو اس کے بعد بھی دشمنی پر قائم رہے تو، یا تو تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے یا ذلت کا عذاب ان پر مسلط ہوگا یہی اللہ کا وعدہ ہے اور یہی سنت اللہ ہے۔ "فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا۔"

ہم مسلمانوں کو اسی زندگی کے حاصل کرنے اور اپنانے کی دعوت دیتے

ہیں، نہ صرف اس لئے کہ ان کے موجودہ مسائل و مشکلات حل ہوں بلکہ اس لئے کہ دراصل یہی مقصد تخلیق ہے اور اسی کے لئے تمام انبیاء کی بعثت ہوئی۔ ــــ ہمارا ایمان ہے کہ اگر ہم نے رسول اللہ والا یہ راستہ اختیار کیا تو دنیا کی بڑی سے بڑی سے طاقتیں ہمارے سامنے جھکنے پر مجبور ہوں گی۔ اور دنیا کا ہر مسئلہ ہمارے مسئلہ کے تابع کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے ملک و مال پر نہیں ہیں بلکہ ایمان اور عمل صالح پر ہیں۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے نزدیک سب سے اہم اور مقدم ایمان اور اعمال کی درستی کی فکر اور جدوجہد ہے خاصکر ہماری کامیابی اور فلاح اسی سے وابستہ ہے مسجدوں کے میناروں سے پانچوں وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعوت اور پکار آج بھی دوہرائی جاتی ہے کہ :۔ "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة، حَيَّ عَلَى الْفَلَاح (نماز کو آؤ، یہاں تمہاری فلاح کا سامان ہے اس کو یہاں مسجد میں آکر حاصل کرو) مسجد دراصل ایمان حاصل کرنے کی جگہ اور ایمانی زندگی کی تعلیم و تربیت کا مرکز تھا۔ وہاں ہر وقت ایمان افروز ماحول اور ایمان آفرین تذکرے رہتے تھے اور نماز اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق قائم کرنے اور پوری زندگی میں یعنی زندگی کی ہر نقل و حرکت میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی مشق و تربیت کا ایک نظام تھا لیکن اب مسجد محلہ کے سرمایہ داروں کا ایک تابعدار ادارہ ہے کیونکہ مؤذن اور امام صاحب کو وہی تنخواہ دیتے ہیں اور دوسرے انتظامات بھی وہی کرتے ہیں اس لئے وہاں بھی انھیں کی چلتی ہے اور اس لئے قدرتی طور پر مسجدوں بھی انھیں کا مزاج اور طریقہ متعدی ہوتا ہے ــــ اب مسجدوں اور نمازوں کے ساتھ لوگوں

کا تعلق صرف اتنا ہے کہ گھڑی دیکھ چند منٹ کے لئے آتے ہیں اور جن تقاضوں اور مشغلوں سے نکل کر آئے تھے بس جلدی جلدی بے جان قسم کی چند رکعتیں پڑھ کر اپنے انھیں تقاضوں اور مشغلوں میں واپس چلے جاتے ہیں ۔۔۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ مسجدیں اب مسجدیں نہیں ہیں اور نمازیں ...... نمازیں نہیں ہیں، ہاں یہ کہتا ہوں کہ ان مسجدوں اور نمازوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق اور وہ ایمانی زندگی حاصل نہیں ہو رہی اور نہیں ہو سکتی جس سے ہماری فلاح وابستہ ہے اور جس کے لئے ہم کو "حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" کہہ کر پکارا جاتا ہے ۔۔۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کسی ملک یا حکومت کے سہارے نہیں چھوڑا تھا بلکہ بتایا تھا کہ تمہاری اصل طاقت ایمان اور اخلاق ہے۔ تمہاری کامیابی انھیں سے وابستہ ہے اور ایمان و اعمال و اخلاق پیدا کرنے اور ان کی تربیت حاصل کرنے کے لئے آپ مسجد کو ایک مرکز بنا گئے تھے اور اپنے عمل سے اس کا ایک خاص ماحول اور نقشہ بھی بنا گئے تھے جو آپؐ کے زمانہ میں مسجد نبوی کا ماحول اور نقشہ تھا اور بعد میں حضرات خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں بھی ماحول اور نقشہ رہا۔ ہم اس جد وجہد کے ذریعہ جس کا نام تبلیغ پڑ گیا ہے یہی کوشش کرنا چاہتے ہیں کہ مسجدوں کا پھر وہی ماحول و نقشہ بنے جو مسجد نبوی کا تھا۔ وہاں ایمانی تذکرے اور ایمانی مجلسیں ہوں۔ تعلیم و تعلم کے حلقے ہوں ذکر و عبادت اور خشیت و انابت کی فضا ہو دینی تقاضوں کے لئے نقل و حرکت کا وہ مرکز ہوں ۔۔۔ الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مسجد نبوی اور دوسری مسجدوں میں چوبیس گھنٹے جو کچھ ہوتا تھا اور جو نظام چلتا تھا وہی ہماری مسجدوں میں ہوا کرے۔ لیکن یہ جب

ہی ہو سکے گا جب مسجد والے اس زندگی اور اس نقشے کے عادی بن جائیں گے اور یہ جب ہی ممکن ہے جب لمبے وقتوں کیلئے اپنے گھروں اور مشغلوں سے نکل کر اس زندگی کی مشق اور تربیت حاصل کریں اور دوسرے بھی اس کیلئے محنت صرف کریں۔ ہم بس اسی کی دعوت دیتے ہیں۔ نہ ہم اپنی طرف بلاتے ہیں نہ اپنی قائم کی ہوئی کسی تنظیم اور پارٹی میں شامل ہونے کے لئے کہتے ہیں بلکہ مشق اور مجاہدہ کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ایمانی زندگی حاصل کرنے اور دنیا میں اس کو فروغ دینے کے واسطے محنت کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ط

کامیابی اور ناکامی کی حقیقی بنیاد

ذیل کی تقریر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری سفر میں خواص کے ایک اجتماع میں فرمائی تھی جس کو حضرت کے ایک خاص رفیق سفر نے قلمبند کیا تھا، انھیں کی عنایت سے یہ ہم کو حاصل ہوئی ہے۔

ہم نے ناظرین کی سہولت فہم کے لئے کہیں کہیں لفظی تبدیلیاں کی ہیں (ادارہ)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

بھائیو، دوستو! کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہونا ہے اس کے دو رخ ہیں ایک رخ ظاہر کا ہے اور وہ یہ ہے کہ چیزوں میں سے چیزیں نکل رہی ہیں اور چیزوں میں سے اثرات اور خواص ظاہر ہو رہے ہیں جیسے مٹی سے غلہ، غلہ سے غذا، غذا سے پیٹ کا بھرنا پھر اس کا خون بننا، خون سے منی کا یعنی نطفہ کا بننا

پھراس سے خون کا لوتھڑا بننا پھر اس میں اعضاء کا اور شکل انسانی کا بننا۔ (اور اسی پر قیاس کر لیجئے دنیا کی ساری چیزوں کو) ــــــ یہ وہ رخ ہے جو انسان پر بحیثیت انسان ہونے کے کھولا گیا ہے یعنی ہر انسان اس کو دیکھ رہا ہے اور اس کا مشاہدہ کر رہا ہے ــــــ دوسرا رخ یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے اور اس کے حکم سے ہو رہا ہے اور یہ سب اللہ کا نظر نہ آنے والا ہاتھ کر رہا ہے ــــ یہ رخ انسانوں پر بحیثیت انسان ہونیکے نہیں کھولا گیا اس لئے ہر انسان اس کو دیکھ نہیں پاتا۔ بلکہ یہ رخ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انسانوں پر کھولا گیا ہے، یعنی یہ بات انبیاء علیہم السلام نے بتائی ہے کہ جو کچھ چیزوں سے بنتا ہوا اور ظاہر ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ چیزوں سے نہیں بنتا بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم اور امر سے بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ جس شکل سے جو چیز چاہیں بنا دیں یا بلا کسی شکل کے محض قدرت اور حکم سے چیز بنا دیں اسی طرح وہ قادر ہیں کہ جس چیز سے جو اثر چاہیں ظاہر کر دیں۔ پانی سے چاہیں تو ڈبا دیں اور چاہیں تو تِرا دیں۔ آگ سے چاہیں تو جلا دیں اور چاہیں تو نہ جلائیں، غذا سے چاہیں تو پیٹ بھریں اور چاہیں نہ بھریں، موت کی جگہ سے چاہیں تو زندگی نکال دیں اور زندگی کی جگہ سے چاہیں تو موت نکال دیں ــــ معجزوں سے یہی بات ظاہر کی جاتی ہے کہ چیزوں میں کچھ نہیں ہے، اللہ جس چیز سے جو چاہے نکال سکتا ہے۔ وہ چاہے تو حاکموں کی اسکیموں (اور منصوبوں) کو فیل کر دے۔ اور محکوموں کی اسکیمیں چلا دے، اس نے نمرود کی اسکیم کو فیل کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی اسکیم چلا دی ــــ فرعون کے ارادۂ قتل کے باوجود موسیٰ

علیہ السلام کو خود اس کے گھر میں پلوادیا اور اس کو سارے لاؤ لشکر سمیت سمندر میں ڈبادیا۔ ابراہیم علیہ السلام سے بیوی بچہ کو ایسے میدان میں ڈلوا کر جہاں کوئی آبادی نہیں تھی، زندگی کا کوئی سامان نہیں تھا، پینے کے لئے پانی تک بھی نہیں تھا اُن کی یہ اسکیم چلادی کہ اس بچے کی اولاد یہاں والی، ہدایت کی دعوت لیکر سارے عالم میں جاوے اور سارے عالم سے لوگ یہاں حج کو آویں۔ خود اسکیم ڈالا وہاں تھا بھی نہیں ملک شام میں تھا لیکن اس کی اسکیم چل گئی اور جس بچہ کے کھانے پینے کا اور حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں تھا اس کی اولاد اقیمو الصلوٰۃ کو لے کر دنیا میں جانے لگی اور ساری دنیا سے لوگ آج تک حج کو وہاں آرہے ہیں۔ ساری حکومتیں حج میں کتنے روڑے اٹکا رہی ہیں لیکن حج کی حرکتیں برابر بڑھ رہی ہے اور اس طرح حضرت ابراہیمؑ کی چلائی اسکیم ابتک کیسے چل رہی ہے ـــ آدمی سمجھتے ہیں کہ کھیتی اور باغات سے زندگی بنتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کو کھیتی اور باغات کے باوجود ہلاک کردیا اور اسماعیل علیہ السلام کو ایسے جنگل میں جہاں کھیتی اور باغات کا نشان بھی نہ تھا پال دیا۔ آج دنیا کا یقین فوج پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کی فوج کو حقیر پرندوں کی فوج سے ہلاک کراکے اس یقین کو غلط ثابت کردیا۔ الغرض معجزات سے ظاہر کے عام انسانوں والے یقین کی پوری نفی ہوتی ہے۔ معجزات ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ میں یہ قدرت ہے کہ وہ عصا کو اژدہا بنادیں، نار کو باغ بنادیں، ہاتھ میں روشنی اور چمک کی صفت پیدا کردیں ـــ دنیا کی ساری چیزیں اور ساری شکلیں گھاس، کے تنکوں سے لے کر ایٹم اور راکٹ تک اور اسی طرح ساری طاقتیں اور ساری

حکومتیں قدرت خداوندی کے تحت ہیں — یہ چیزیں خود قدرت نہیں ہیں بلکہ قدرت اِن پر تصرف کرتی ہے۔ یہ سب چیزیں فانی ہیں اور قدرت غیر متبدل اور غیر فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ چیزوں سے زندگی بناتے بھی ہیں اور بگاڑتے بھی ہیں۔ کامیاب بھی کرتے ہیں اور ناکام بھی کرتے ہیں، غرض جو کچھ بھی ہوتا ہے چیزوں سے نہیں ہوتا اللہ کے حکم اور قدرت سے ہوتا ہے۔ کائنات کا یہ وہ رخ ہے جو انبیاء علیہم السلام پر کھولا جاتا ہے اور انھیں کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے اور وہی قدرت کے اعتبار سے استفادے کے طریقے لے کر آتے ہیں — عالم کی چیزوں پر نظر رکھ کر اور ان میں نفع نقصان سمجھ کر ان کو استعمال کرنے یا اُن میں اپنے کو لگانے کا طریقہ ہر شخص خود تجویز کر سکتا ہے کیونکہ چیزیں نظر آتی ہیں اور ہر شخص اُن کو دیکھتا ہے۔ لیکن اللہ کا حکم اور اس کی قدرت جو چیزوں میں کام کرتی ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتی اور ہر شخص ان کو دیکھتا ہے۔ لیکن اللہ کا حکم اور اس کی قدرت جو چیزوں میں کام کرتی ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتی اس لئے اس سے استفادہ کا طریقہ انسان خود تجویز نہیں کر سکتا، یہ علم اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر کھولتے ہیں۔ اس لئے اس سے فائدہ اٹھانے کے طریقے انہی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ انھوں نے انسانوں کو شکلوں اور چیزوں سے ہٹایا نہیں بلکہ یہ بتایا کہ اللہ کی قدرت اور اس کے حکم کو اصل سمجھتے ہوئے ان چیزوں میں لگو اور یہ یقین بناؤ کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے تشریعی اوامر کی تابعداری کرتے ہوئے ان شعبوں میں لگو گے اور ان چیزوں کو استعمال کرو گے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہی چیزوں سے تم کو نفع پہنچائے گا اور یہ نفع آخرت تک۔

چلے گا بلکہ وہیں بھرپور حاصل ہوگا یہی ہے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا منشاء کہ اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں ہوگا اور کچھ نہیں ملے گا بس اللہ ہی کے کرنے سے ہوگا اور ملے گا اور ان کا فضل و کرم جب ہوگا جب ہماری زندگی اور چیزوں میں ہمارا لگنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوگا۔ اب دو کام ہیں، ایک اپنے میں لا الٰہ الا اللہ والے یقین کا پیدا کرنا اور دوسرا ہر عمل اور ہر شعبہ میں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے کا عادی بننا اور اس کی مشق کرنا ــــ یہ دونوں باتیں پیدا کرنے کے لئے نماز دی گئی اور ایک محنت دی گئی اور مسجد کو ان دونوں کام مرکز بنا دیا گیا ــــ مسجد سے دن رات میں پانچ دفعہ اعلان کرایا جاتا ہے۔ جس میں سب سے پہلے چار دفعہ کہلوایا جاتا ــــ اللہ اکبر اللہ اکبر ــــ اللہ اکبر اللہ اکبر ــــ اس کائنات میں جو کچھ ہے وہ عناصر اربعہ سے یعنی مٹی، پانی، ہوا، اور آگ سے بنا ہے اور ان میں سے ہر ایک کا یہ حال کہ ان میں سے ایک ایک ساری دنیا کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے۔ مٹی یعنی زمین اگر آدھے دن کے لئے زلزلہ سے ہلا دی جائے تو ساری دنیا ختم ہو جائے ــــ اسی طرح اگر پانی چھوڑ دیا جائے تو نوح علیہ السلام کے زمانہ کی طرح ساری دنیا غرق ہو کر فنا ہو جائے ــــ اسی طرح اگر قوم عاد کی طرح آندھی چھوڑ دی جائے تو ساری دنیا کا خاتمہ ہو جائے ــــ اسی طرح اگر آگ کو جلا ڈالنے کا حکم ہو جائے تو ساری دنیا راکھ کا ڈھیر بن جائے۔ تو اذان میں سب سے پہلے چار دفعہ کہا جاتا ہے ــــ "اللہ اکبر اللہ اکبر" اللہ سب سے بڑا ہے آسمان و زمین اللہ کے سامنے

کچھ بھی نہیں، عناصر اربعہ اور اُن سے جو کچھ بنا ہے وہ سب اللہ کی مخلوق ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ روس وامریکہ اور دنیا کی ساری طاقتوں اور حکومتوں کی اللہ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں اللہ کی ہستی سب سے بڑی ہے۔ "اللہ اکبر اللہ اکبر"

اس کے بعد دوسری بات یہ کہلوائی جاتی ہے "اشہدان لاالٰہ الااللہ" بناؤ بگاڑ والا اللہ کے سوا کوئی نہیں، شکلوں اور چیزوں سے کچھ نہیں ہوگا اللہ ہی کے کرنے سے ہوگا "اشہدان لاالٰہ الااللہ" اس کے بعد کہلوایا جاتا ہے "اشہدان محمداً رسول اللہ" اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑے ہیں اور جن کے ہاتھ میں بناؤ و بگاڑ اور کامیابی و ناکامیابی ہے اُن کی قدرت سے استفادہ کا طریقہ ہم خود نہیں جانتے، ہم اس راستہ میں نابینا ہیں، اس کے راہنما حضرت محمد صلی اللہ وسلم ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں، ان کے طریقے پر چل کر ہی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ "اشہدان محمدا رسول اللہ" اس کے بعد کہلوایا جاتا ہے "حیّ علی الصلوٰۃ، حیّ علی الفلاح" یہ باتیں اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ فضل وکرم اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے نماز کیلئے یہاں آو، کامیابی یہاں والے اعمال سے ملے گی ـــــ اللہ والے اعمال ہیں (یعنی عبادات ہیں) کچھ تو وہ ہیں جن کے ساتھ چیزوں میں بھی لگ سکتے ہیں چیزوں سے کلی انقطاع ضروری نہیں۔ حج روزہ، زکوٰۃ کا یہی حال ہے۔ روزہ میں کھانا کھا تو نہیں سکتے مگر کھانا پکا سکتے ہیں، دوسروں کو کھلا سکتے ہیں۔ تجارت اور زراعت وغیرہ کے کام کر سکتے ہیں۔ ان کی باتیں کر سکتے ہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ دیتے وقت کھانا پینا دوسرے کاموں میں لگنا منع نہیں۔ حج میں

بھی دوسرے کاموں کی ممانعت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ سلا کپڑا پہننے کی ممانعت ہے لیکن پہننے کے لئے کپڑا سینے کی ممانعت نہیں ہے ـــــ لیکن نماز وہ عبادت ہے جس میں آدمی تمام چیزوں سے کٹ کر لگتا ہے۔ نہ کھانا کھائیں گے نہ کھلائینگے نہ پکائیں گے، نہ کپڑا سئیں گے، نہ کسی سے کوئی بات کریں گے، دھیان بھی ہر چیز سے ہٹا کر اللہ پر لگانے کی کوشش کرینگے ـــــ تو اذان کے ذریعہ مسجد سے پہلے تو "اللہ اکبر اللہ اکبر" اور اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمداً رسول اللہ کی آواز لگوا کر یقین درست کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اس کے بعد نماز کے عمل کے لئے بلایا جاتا ہے جس میں چیزوں سے کٹ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر اللہ تعالیٰ سے وابستگی کی مشق کی جاتی ہے اور اس میں کامیابی بتائی جاتی ہے۔

بھائی دوستو! جو کوئی مشین بناتا ہے وہی اُس کے چلانے کا طریقہ اور بناؤ بگاڑ کی بات بھی جانتا ہے جو مشینیں باہر سے آتی ہیں اُن کے ساتھ بنانے والوں کی طرف سے چلانے کے طریقہ کے بارے میں ہدایات بھی آتی ہیں ـــ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنایا ہے۔ ماں کے پیٹ میں رکھ کر بنایا ہے۔ جہاں کسی دوسرے کا ہاتھ بھی نہیں لگ سکتا بلکہ نظر بھی نہیں جاسکتی وہی اللہ جانتا ہے کہ انسان کی مشین کس طرح استعمال ہونے میں اسکا بناؤ اور تعمیر ہے اور کس طرح استعمال ہونے میں اسکا بگاڑ اور تخریب ہے اس لئے پیغمبروں کو یہی بتانے کیلئے بھیجا اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، اب جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق اپنے کو استعمال کرے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو ان کے طریقہ کے خلاف اپنے کو استعمال کرےگا وہ ناکام ہوگا اور اس کی یہ ناکامی پوری طرح آخرت میں

جو انسانوں کے لئے اصلی اور دائمی عالم ہے ــــ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف طبقوں میں بانٹ دیا ہے حاکم، محکوم، امیر، غریب، کالے، گورے وغیرہ وغیرہ اب ان کی تعمیر اور کامیابی ان مختلف طبقات کے جوڑ میں ہے، جوڑ والے طریقے قرآن مجید نے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ اگر ساری دنیا کے خزانے خرچ کر کے کوئی جوڑ پیدا کرنا چاہے تو پیدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ والے اعمال میں لگنے سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جوڑ پیدا کر دیتے ہیں لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ (اے محمدؐ آپ ساری دنیا کے خزانے خرچ کر کے ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے، ہم نے اپنی قدرت سے جوڑ دیا ہے)۔

انسان کا مزاج ہے جو اس سے فائدہ کھینچے اس سے کٹتا ہے اور جو اس کو فائدہ پہنچائے اس سے جڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور اس کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طریقہ بتایا جس پر چل کر ہر ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے والا بنے کوئی کسی سے فائدہ کھینچنے والا نہ بنے۔ غریبوں کو بتایا کہ مال والوں کے پاس جو کچھ ہو اس سے فائدہ اٹھانے کا خیال وہ دل سے نکال دیں اور خود اپنی ذات سے ہر امیر و غریب کو فائدہ پہنچانے والے بن جاویں۔ مثلاً وہ راستہ نہ جانتے ہوں تو خود چل کر اور تکلیف اٹھا کر ان کو راستہ بتا دیں، میت ہو جائے تو اس کے اٹھانے اور دفن وغیرہ میں مدد دیں خود قبر کھودنے میں لگ جائیں، بیمار پڑ جائیں تو عیادت کریں محض اللہ کے لئے ان کا بوجھ اٹھا دیں اور اگر ان کے پڑے ہوئے پیسے کہیں

مل جائیں تو پتہ چلا کر ان تک پہنچا دیں، کوئی خطرہ ہو تو ان کی حفاظت کریں۔ پہرہ دیں، راستہ میں ان کی موٹر اگر کہیں پھنس جائے تو نکالنے میں مدد کریں۔ اور ضرورت ہو تو اپنے جھونپڑے میں ان کو ٹھہرائیں اور جو میسر ہو کھلائیں۔ اور جب وہ ان خدمتوں کے عوض میں پیسے دینے لگیں تو کہدیں کہ میں نے جو کچھ کیا تھا خدا کے راضی کرنے کے لئے اور اس سے ثواب لینے کے لئے کیا۔ تم سے کچھ لینے کیلئے نہیں کیا۔ تمہارے پیسے تم کو مبارک ـــــ یہ غریبوں کو بنایا گیا ـــــ اور مال والوں کو بنایا گیا کہ اپنے مال کی ہر جنس اور ہر قسم غریبوں پر لگائیں پیسے بھی خرچ کریں کھانے میں بھی ان کو شریک کریں کپڑے بھی ان کو لا کر دیں۔ اپنی موٹر اور سواری بھی ان کے استعمال کے لئے دیں اور جب اس کے عوض میں غریب اپنی جانی خدمت کے لئے پیش کریں تو یہ مالداران سے کہدیں کہ ہم تم سے کوئی جزا نہیں چاہتے خدا سے لے لیں گے۔ جب یہ طریقہ چالو ہوگا تو غریبوں سے امیر اور امیروں سے غریب جڑ جائینگے ـــــ ایسے ہی حاکموں اور محکوموں کو بنایا گیا کہ وہ ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے والے بنیں فائدہ کھینچنے والے نہ بنیں۔ حاکموں سے کہا گیا کہ حکومت کے جو اختیارات اور جو وسائل اُن کے پاس ہوں وہ ان سے محکوموں کو فائدہ پہنچائیں اور ان کو سہولتیں پہنچانے کی کوششیں کریں، ان کی تجارتوں اور زراعتوں میں ان کی مدد کریں اُن کے لئے قانونی مشکلیں پیدا نہ کریں، ان سے لینے اور کھینچنے والے نہیں بلکہ ان کو دینے والے بنیں۔ جب اہل حکومت ایسا کرینگے تو پبلک کے عوام ان کو بدلنا ہی نہ چاہیں گے۔ الیکشن کے ہنگاموں کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ اسی طرح محکوم عوام سے

کہا گیا کہ وہ حکومت والوں سے لینے کی نہ سوچیں بلکہ ان کو اپنے جان و مال سے فائدہ پہنچانے والے بنیں اور اُن کے مسائل میں ان کی مدد کریں اُن کیلئے مشکلات پیدا نہ کریں، اُن سے اگر کوتاہیاں ہوں تو درگزر کریں اور اللہ کے حوالہ کریں ____ الغرض ہر طبقہ کو دوسروں کی نفع رسانی کے طریقہ پہ لگایا گیا اور بتایا گیا کہ اپنے جان و مال اور درد و فکر کا زیادہ حصہ دوسروں کے بنانے پر لگاؤ ____ یہ اسلام کا بتایا ہوا طریقہ ہے اگر اس پر چلا جائے تو ہر طبقہ کا دوسرے سے پورا جوڑ ہوگا اور ہر کام دیانت داری سے اور ٹھیک ٹھیک ہوگا، کوئی بے ایمانی سے روپیہ اور جائداد پیدا کرنے کی فکر نہیں کرے گا اور اگر اس کے برعکس ذہن فائدہ اٹھانے کا ہوا تو پھوٹ ہی پھوٹ ہوگی اور لوگوں کی نیتیں خراب ہوں گی۔ پھر یہ ہوگا کہ پچاس لاکھ کے ٹھیکے والے پل پہ صرف دس لاکھ کی لاگت لگائی جائے گی جس کی وجہ سے پل کمزور بنے گا۔ کوئی سڑک ٹھیک نہیں بنے گی۔ کوئی کام ٹھیک نہ ہوگا ____ خوب سمجھ لو لینے والے ذہن سے کوئی تعمیر نہیں ہو سکتی، تعمیر نفع رسانی اور دوسروں کو دینے والے طریقہ سے ہو سکتی ہے ____ اور نفع رسانی کا ذہن جب ہی بن سکتا ہے اور اپنے پاس والی چیز دوسروں پر لگانے کا طریقہ جب ہی چالو ہو سکتا ہے جب یہ یقین دل میں اتر جائے کہ دینے والے تو بس اللہ ہیں، چیزوں سے کچھ نہیں ہوتا اللہ کے کرنے سے ہوتا ہے اور ہم جب اس کی رضا کے مطابق استعمال ہوں گا تو اللہ میرے سب کام بنا دیں گے اور نعمتوں کے دروازے کھول دیں گے ____ اس کی مشق نماز میں ہوگی ____ آج کہتے ہیں کہ موجود

زمانہ میں اسلام چلنے والا نہیں ہے، صحیح ہے! لینے کا ذہن رکھنے والوں میں دینے کا طریقہ کیسے، اسلام کو اپنی خواہش اور حالت کے مطابق بنا کے چلاؤ گے تو وہ اسلام رہے گا ہی نہیں وہ تو تمہاری بنائی ہوئی ایک نئی چیز ہو جائے گی — کسی نے اپنے بدن پر گودنے والے سے شیر کی تصویر بنوانی چاہی جب وہ سوئی سے گودنے لگا اور تکلیف ہوئی تو گودنے والے سے کہا کہ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ پہلے شیر کی دم بنا رہا ہوں، اس آدمی نے کہا کہ دم چھوڑ دو بے دم کے بھی تو شیر کی تصویر بن سکتی ہے، اس نے دُم چھوڑ دی اور دوسری طرف سے بنانا شروع کیا، اب اس نے کہا کیا بنا رہے ہو، اس نے کہا کہ کان بنا رہا ہوں، اس نے کہا کہ بے کان کے بھی شیر بن سکتا ہے، تم کان نہ بناؤ بے کان کا شیر بنا دو — تو بھائی دوستو! یہی اسلام کیساتھ ہو رہا ہے کہ اپنے مزاج کے بدل جانے کی وجہ سے اسلام پہ چلنا مشکل ہو رہا ہے تو اسلام کی قطع و برید کی جا رہی ہے اور اس کو اپنی خواہش کے مطابق بنایا جا رہا ہے اس لئے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اپنے مزاج کو اسلام کے مطابق بنا لیا جائے اور یہ جب بنے گا جب اس بات کا یقین پیدا ہو جائے کہ کسی مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا سب اللہ سے ہوتا ہے اور حالات کا بناؤ بگاڑ اور تعمیر و تخریب اور کامیابی ناکامی چیزوں کے ہونے نہ ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بنانے اور چمکانے کا فیصلہ جب کریں گے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پہ آجاؤں گا — تو اس راستہ پہ چلنے کے لئے خارجی نہیں بلکہ داخلی

دولتیں چاہئیں، خدا کا یقین ہو، خدا کا دھیان ہو، خدا کا خوف ہو ۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر خدا کے خزانوں سے ملنے کا اور نعمتوں کے دروازے کھلنے کا یقین ہو ۔۔۔۔ ان اندرونی تبدیلیوں کے لئے کچھ کرنا پڑیگا چیزوں سے کامیابی کا یقین ہٹانے کے لئے اور اللہ سے کامیابی کا یقین جمانے کے لئے کچھ مدت کے لئے چیزوں میں سے نکلنا ہوگا، ایمان کی مجلسوں میں بیٹھ کر ایمان باتیں سننا سنانا ہوگا، نماز کے فضائل اور اس کے برکات معلوم کرکے اس یقین کے ساتھ نماز میں لگنا ہوگا۔ کہ ہم خدا میں لگیں گے تو خدا ہم کو نوازیں گے، اسی طرح اذکار و تسبیحات کے فضائل معلوم کرکے ان کے یقین کے ساتھ اُن میں لگنا ہوگا۔ دوسروں کے ساتھ اچھے سلوک اور خدمت کی مشق اس یقین کے ساتھ کرنی ہوگی کہ ہم جتنا اچھا سلوک اللہ کے بندوں کے ساتھ کریں گے ویسا ہی اچھا سلوک اللہ تعالیٰ اپنی شان عالی کے مطابق ہمارے ساتھ کریں گے۔ خاصکر ایمان کی نسبت سے ہر مسلم کے اکرام کی اور اپنے کو حقیر و کمتر سمجھنے کی مشق کرنی ہوگی ۔۔۔ ان باتوں کی دوسروں کو بھی دعوت اپنی حاجت سمجھ کر اس یقین کے ساتھ دینی ہوگی کہ جب میں اللہ کے دوسرے بندوں میں، اس کے لئے کوشش اور محنت کروں گا اور اس راستہ میں تکلیفیں اور ذلتیں اٹھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے اِن چیزوں سے محروم نہ رکھیں گے ۔۔۔۔ اس کی مشق بھی کرنی ہوگی کہ یہ سارے کام صرف اللہ کی رضا کے لئے ہوں ۔۔۔ اس طرح کچھ مشق کر لینے سے انشاء اللہ سب طبقوں میں جوڑ کی شکل پیدا ہو جائے گی ۔۔۔ امریکہ والوں نے

سب کچھ بنا لیا لیکن کالوں اور گوروں کو جوڑنے میں وہ بالکل ناکام رہے۔ اس طرح انھوں نے شراب بند کرنے کے لئے کروروں روپیہ خرچ کر ڈالا اور ساری کوششیں کرلیں لیکن بجائے کمی کے اس میں اور زیادتی ہوئی، الحمدللہ اس تبلیغ کے عمل سے لاکھوں ایسے آدمیوں کے جرائم چھوٹ گئے جن کا جرائم چھوڑنا ناممکن معلوم ہوتا تھا ـــــ الحمدللہ اس کام میں سارے ہی طبقات لگ رہے ہیں، جو طبقہ اس پر محنت کرے گا اور یہ باتیں اپنے اندر پیدا کرلے گا اس سے سب لوگ جڑ جائینگے، ہم اگر اپنے ہی ساتھ جوڑنا چاہتے تو جوڑنے کی یہ ترکیب آپ کو نہ بتاتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ سب اس طریقہ پر کچھ محنت کرلیں پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی کے ذریعہ کتنی آسانی سے سب طبقوں کو جوڑتا ہے ـــــ آج ہر طبقہ میں ہر جگہ جوتا چل رہا ہے اور مسائل بگڑتے چلے جارہے ہیں۔ اس کا علاج صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ میں ہے ـــــ جو جتنا کرے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ اتنا پالے گا۔ ہم نے اس کام کے لئے کوئی انجمن نہیں بنائی. نہ اس کا کوئی دفتر ہے، نہ رجسٹر ہے نہ فنڈ ہے ـــــ یہ سارے ہی مسلمانوں کا کام ہے. ہم نے مروجہ طریقہ پر کوئی علیحدہ جماعت بھی نہیں بنائی ہے۔ جس طرح مسجد میں نماز کے عمل پر مختلف طبقوں اور مشغلوں والے مسلمان آکر جڑ جاتے ہیں۔ اور نماز سے فارغ ہوکر اپنے اپنے گھروں اور مشغلوں میں چلے جاتے ہیں، اس طرح ہم آپ سب سے کہتے ہیں کہ کچھ وقت کے لئے اپنے گھروں اور مشغلوں سے نکل کر یہ محنت اور مشق کرلیجئے، اور پھر اپنے

گھروں اور مشغلوں میں آگر ان اصولوں کے مطابق لگ جائیے ـــــ آپ نے اگر یہ چیز محنت کر کے حاصل کر لی تو دنیا بھر کے سائنس والے آپ سے یہ طریقہ سیکھنے آئیں گے اور خدا نے چاہا تو آپ دنیا کے امام ہوں گے۔

عہدِ نبوی میں دینی محنت کا نقشہ

دینی محنت کرنے والے رفقاء سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطاب

(عطیہ افتخار فریدی صاحب مراد آباد)

یوں سمجھئے کہ ایک دینی محنت ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے ایک خاص نقشے کے ساتھ کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس محنت کو ان کے طریقے پر سیکھیں اور کریں ـــــ الحمد للہ احباب نے چند مقامات میں تھوڑا تھوڑا اس محنت کو سیکھنا شروع کیا ہے۔ لیکن کسی جگہ کی محنت کامل نہیں ہے۔ بلکہ ابتدائی درجوں میں ہے۔ اب اگر ہر جگہ کے محنت کرنے والے یہ سمجھیں کہ پوری محنت یہی ہے جو ہو رہی ہے تو پھر اصل شکل پر کوئی نہیں پہونچ پائے گا۔ اب جو انسان بھی محنت شروع کر دے وہ یوں سمجھے کہ میری محنت ابتدائی شکل

پر ہے اس کو کرتے کرتے اس شکل پر پہونچنا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے کی تھی۔ جب وہ اصل محنت ہے تو انسان اپنی محنت کو اس کے مقابلے میں بالکل ادنی سمجھے۔ لہٰذا اصل محنت کو سامنے رکھ کر نیت کرے کہ انشاء اللہ مجھے ترقی کر کے انتہا تک پہونچنا ہے ——— اب تو یہ سوچنا ہے کہ اس محنت کا فائدہ کیا ہے؟ دوسرے یہ سمجھنا ہے کہ وہ محنت کیا ہے؟ اس محنت کا فائدہ یہ ہے کہ محنت کرنے والوں کو اور ساتھ ہی ساتھ دوسرے انسانوں کو ہدایت مل جائے اور انسان دین پر اتنا ہی چلیں گے جتنی خدا کی طرف سے ہدایت ملے گی ——— تو اب محنت کی صدا جتنی بلند ہوتی جائے گی اتنی ہی خدا کی طرف سے ہدایت کی تقسیم عام ہوتی جائے گی۔ وہ محنت جب ختم ہو جاتی ہے تو ہدایت مسلمانوں میں سے نکلنا شروع ہو جاتی ہے۔ پہلے ہدایت کاروبار اور معاشرت میں سے نکلتی ہے کہ کاروبار میں جو دین کے احکامات ہیں ان کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں سے کاروبار چلانے لگتے ہیں پھر فرائض نکلتے ہیں اور مختلف برائیاں داخل ہونے لگتی ہیں۔ حتیٰ کہ مسلمان دین سے نکلنے لگتے ہیں اور جب یہ دین کی محنت کی جاتی ہے تو ہدایت خدا کی طرف سے آنی شروع ہوتی ہے۔ پھر جس درجے میں محنت ترقی کرتی جائے گی ہدایت پھیلتی جائے گی ——— ہدایت کی ایک سطح یہ ہے کہ نماز پڑھنے لگیں دوسری یہ ہے کہ روزے زکوٰۃ حج ادا کرنے لگیں۔ تیسرے یہ کہ مال کمانے اور خرچ کرنے میں احکامات شرعیہ کی تعمیل ہونے لگے۔ اس سے آگے یہ ہوتا ہے کہ خدا تمام انسانوں کو ہدایت دینے لگے۔ ہدایت کے بقدر دین زندہ

ہوگا اور ہدایت محنت کے بقدر آئے گی۔ تو اب ہم جو یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ دین پر نہیں، چل رہے ہیں بلکہ اس سے نکل کر بے دینی میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محنت نکل چکی ہے۔ اب جتنی جہاں کے بندوں نے دین کی محنت شروع کر دی ہے اتنی خدائے پاک نے ہدایت دینی شروع کر دی ہے اور بقدر ہدایت کے دین زندہ ہونا .... شروع ہو گیا ہے۔ جہاں نمازی نہیں تھے وہاں کچھ نمازی ہو گئے جہاں روزے نہیں تھے وہاں کچھ روزے زندہ ہو گئے۔ جہاں حج نہیں تھا وہاں کچھ حج قائم ہو گیا۔ جہاں تعلیم کا رواج نہ تھا وہاں تعلیم ہونے لگی۔ لیکن ہدایت اس سطح کی ابھی نہیں ملی کہ کمائیوں کے اندر کے احکام پورے کریں اور کھانے پینے، مکان بنانے میں اور لین دین میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم والی راہ اختیار کریں تو ابھی ہم مسلمان بھی اس کے محتاج ہیں کہ محنت کی سطح بلند ہو تا کہ پوری زندگی میں اسلام پر چلنے کی سعادت حاصل ہو اور دوسرے انسانوں کو بھی اسلام کے سمجھنے کی ہدایت ملے اب اس محنت میں دو نوعیتیں ہیں۔ ایک تو محنت کرنے والوں کی تعداد بڑھانا، دوسرے یہ محنت جو لوگ کر رہے ہیں ان کا مقدار محنت کی شکلوں میں بڑھنا۔ یہ دو علیحدہ لائنیں ہیں۔ اگر لاکھوں محنت کرنیوالے بنجائیں مگر محنت تھوڑی تھوڑی کریں تو ہدایت تھوڑی تھوڑی آئے گی۔ اگر خدا ایسی صورت کر دے کہ جو محنت کر رہے ہیں ان کی مقدار محنت بڑھ جائے تو مسلمانوں کی بھی ہدایت ملے گی اور تمام انسانوں کو بھی ملے گی۔

ابھی تک جو ہماری محنت کی نوعیت ہے وہ یہ ہے کہ مشغول لوگ اپنی

مشغولیتوں میں سے تھوڑا تھوڑا وقت اس طرح نکال رہے ہیں کہ ان کے دنیوی مشاغل میں فرق نہ پڑے۔ حق تعالیٰ شانہ' نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے دین کے قربانیاں دلوائیں ہیں تو اب محنت کرنے والوں میں جتنی حضورؐ والی قربانی پیدا ہوں گی۔ محنت کی سطح بلند ہو گی۔ اب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی محنت بتلانا چاہتا ہوں جس سے ابھی ہم بہت دور ہیں لیکن اگر اس محنت کو سامنے رکھ کر چلتے رہیں گے تو خدا وہاں تک پہنچا دے گا۔ تو ہر کام کرنے والے کو محنت کے اس انتہائی نقشہ کو سامنے رکھ کر وہاں تک پہونچنے کی نیت کرنی چاہیئے۔ یہ بات تو آپ لوگ جانتے ہیں کہ سارے عرب میں مدینہ والوں کی محنت سے دین پھیلا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا عرب کا رقبہ چھوٹا نہیں تھا۔ ہندوستان کے برابر نہیں تو اس سے بہت کم بھی نہ تھا۔ اس وقت دنیا میں کمائیوں کے جو طریقے رواج پذیر ہیں وہ بھی نہ تھے۔ پورے ملک میں کوئی حکومت قائم نہ تھی جس کے دفاتر وغیرہ کی نوکریوں کے ذریعہ بھی رزق کی سہولت حاصل نہیں تھی۔ اس زمانے میں بیت اللہ پر آنے والے حجاج سے بھی وہاں کچھ وصول نہیں کیا جاتا تھا بلکہ حجاج کی مدارات میں ہر ایک کچھ خرچ کرتا۔ لہٰذا حج کا شعبہ بھی اس زمانے میں کمائی کا شعبہ نہیں تھا۔ کھیت اور باغات بھی گویا نہیں تھے، تجارتی نظام بھی مکہ معظمہ وغیرہ کے علاوہ نہ تھا۔ کہیں کہیں کھجور انگور اور انار کے کچھ باغات تھے۔ چند مقامات تھے۔ جہاں چھوٹے پیمانہ پر تجارت ہوتی تھی۔ غرض کہ پورا عرب عام طور سے

ننگا بھوکا پیاسا عرب تھا۔ نہ سب کے پاس کپڑے تھے نہ مکانات تھے۔ پانی اور کھانا بھی پورے عرب کو نہیں ملتا تھا۔ بھوک کی شدت میں کپڑے مکوڑے بھی کھا جاتے تھے یہاں تک کہ زمین پر پڑا ہوا خون بغیر تحقیق کے کہ کس چیز کا ہے، کس جگہ کا ہے چاٹ جاتے تھے۔ اکثر علاقے کمائی سے خالی اور بھوک سے بھرے ہوئے تھے۔ بادشاہوں تک کی ہمت نہیں تھی کہ اس ملک پر حکومت کریں۔ حکومت کرنے کے لئے بھی اخراجات کی ضرورت ہے۔ اس وقت نہ پیٹرول تھا۔ نہ سونا، عرب کے کنارے پر قیصر و کسریٰ کی حکومتیں فوجی نظام رکھتی تھیں کہ عرب ان پر کسی وقت بھی چڑھائی نہ کر دیں۔ ورنہ کوئی نظام حکومت پورے عرب بھر میں نہ تھا۔ تو جس ملک میں نظام چلانے کے لئے حکومتوں تک کی ہمت نہ پڑتی ہو اس ملک میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی یہ جو مقامات تجارت وزراعت کے مراکز تھے وہ سب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آئے۔ سوائے مدینہ پاک کے آدمیوں کے سارے ملک کے خوش حال قبائل مخالف تھے۔ سارا عرب منتظر تھا کہ مکہ والے اسلام لائیں تو ہم بھی لائیں اور مکہ والوں نے آپؐ کی زندگی کے آخری دور تک مقابلہ کیا۔ اب ایسے حالات میں جتنا کام ہوا تمام کا تمام مدینہ کی بستی سے ہوا۔ جہاں بھی کوئی ایمان لاتا اسے مدینہ بلا لیا جاتا تو مدینہ ایسی بستی بن گیا جہاں لوگ خاندان اور برادریاں چھوڑ چھوڑ کر آ کر بستے رہے۔ اور جب قوم سے نکل کر آتے تھے تو اپنا مال بھی لے کر نہیں آ سکتے تھے۔ مدینہ والوں کو ان کے رہنے کھانے پینے کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ایسی بستی بن گئی جہاں مہاجر اور مقامی برابر ہو گئے

آنے والوں میں کچھ تو تھے ہی فقیر، کچھ کے روزگار روزگار چھوٹ گئے کچھ کے اموال مقام والوں نے چھین لئے۔ غرضیکہ مدینہ میں آنے والے سب ہی فقیر بن کر آئے۔ ان فقیروں اور مدینہ کے انصار کو لے کر آپؐ نے دین کی محنت کا کام شروع کیا۔ باہر سے آنے والوں کو کاروبار کرنے سے نہیں روکا گیا۔ جب تک کمائی کی شکلیں وجود میں آئیں مقامیوں نے سب کی ضروریات مہیا کیں، غرضکہ مدینہ میں بسنے والوں پر اتنا بوجھ پڑ گیا تھا اور ان کے حالات ایسے ہو گئے تھے کہ کم از کم دس سال تک اپنے کاروبار جمانے یا زیادہ اخراجات مہیا کرنے کے سبب ان کو کہیں باہر نہیں نکلنا چاہیئے تھا، کمائی والے نظام کا بھی تقاضا تھا۔ انصار پر چونکہ سب آنے والوں کا خرچ بھی پڑ گیا تھا۔ اس لئے کھیتوں اور باغات کے کام میں بھی زیادہ انہماک کی اور زیادہ وقت لگانے کی ضرورت تھی تاکہ آنے والوں کے اخراجات پورے کر سکیں کیونکہ مدینہ کے ..... کے انصار کے بہت سے گھروں پر کئی کئی خاندان ٹھہرے ہوئے تھے۔ الغرض ان ضرورتوں کے اعتبار سے باہر نکلنے کا بالکل موقع نہیں تھا لیکن حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کو کمائی کی چھٹی دینے کی بجائے دین کی پوری محنت اسی دس سال میں کی اور کرائی اور دین کی محنت کا ایک ایسا نقشہ قائم کیا کہ انسانی زندگی میں جو تقاضے ہیں گھر والوں کی پرورش، دیکھ بھال، مال و دولت کمانے کا عمل، ان دونوں عملوں کو بار بار چھڑا کر دین کی محنت کے عمل کو آگے بڑھایا اور صحابہ کرام کو ایسی تربیت دی کہ جس وقت اللہ کے راستہ میں نکلنے کو کہا جائے اور جتنوں کو کہا جائے اور جہاں کے لئے کہا جائے سب تقاضوں

کو چھوڑ کر نکل جائیں ۔ یہانتک کہ جن کو مغرب کے وقت نکلنے کو کہا انھیں مدینہ میں سونے نہیں دیا، جس طرح پکے نمازی اذان کی آواز سن کر تمام کام چھوڑ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ اسی طرح مدینہ والے خدا کے راستے میں نکلنے کی آواز پر کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ جسوقت اللہ کے راستے میں دین و ایمان کے تقاضوں پر آواز لگتی ۔ یہ آواز سودے خریدتے وقت سنتیں یا دوکان کھولتے وقت کان میں آئے یا خرید و فروخت کے انتہائی انہماک کے وقت سنی جائے ۔ یہ آواز کھجور کے باغوں میں کھجوروں کے توڑنے کے وقت لگے ۔ نکاح ہونے کے وقت لگے یا رخصتی ہونے کے وقت لگے ۔ عورتوں کے بچہ پیدا ہونے کے وقت لگے یا بیماری کے وقت لگے یا عزیزوں اور گھر والوں کی موت کے وقت لگے ۔ اس کی مشق کر لی تھی کہ جس وقت آواز سنیں سب چھوڑ چھاڑ کر نکل جائیں جو پاس ہو لے لیں ۔ جہاں ضرورت ہو چلے جائیں جتنے وقت کا تقاضا ہو وہاں گذاریں جو جان پر بیتے اسے جھیلیں ۔ یہ مزاج بن گیا تھا خدا کے راستے میں نکلنے والوں کا ـــــ مدینہ پاک کے دس سال کے قیام میں ڈیڑھ سو جماعتیں نکالیں جن میں سے ۲۵ سفروں میں آپؐ خود تشریف لے گئے ۔ کسی میں دس ہزار آدمی نکلے، کسی میں پچاس نکلے، کسی میں تیس یا چالیس ہزار نکلے، کسی میں تین سو تیرہ نکلے، کسی میں دس، کسی میں پندرہ دن خرچ ہوئے ۔ بقیہ جو سوا سو جماعتیں نکالیں ان میں بھی ہزار نکلے، پانچسو اور چھ سو بھی کم و بیش سب طرح کے نکلتے رہے ۔ مدت بھی چھ ماہ چار ماہ سب طرح کا وقت لگا ۔ اب حساب لگاؤ کہ ہر آدمی کے حصے میں باہر گذارنے کا کتنا وقت پڑا اور سال میں کتنے سفر کئے

اگر سب سفروں کو جوڑ کر تخمینہ کروگے تو سال میں چھ ماہ یا سات ماہ ہر آدمی کے حصہ میں آئینگے۔ اب اس نقل وحرکت کی کوشش سے مختلف مقامات کے انسانوں کو مدینہ آنے کی دعوتیں ملیں کہ اسلام مدینہ میں آکر سیکھو۔ چونکہ اسلامی زندگی ماحول سے آئے گی۔ اس زندگی کا ماحول صرف مدینہ میں تھا۔ تو باہر نکلنے والوں کو مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں باہر سے آنے والوں کو دین سکھانا پڑتا تھا۔ پھر مدینہ والوں کو اپنے لئے بھی علم حاصل کرنے کے لئے وقت نکالنا پڑتا تھا۔ مدینہ کے قیام کے زمانہ میں مسجدوں کے لئے وقت مانگا جاتا تھا۔ تاکہ سیکھنے سکھانے کا نظام ان مسجدوں میں قائم رہے اور آنے والوں کو سنبھالا جاسکے۔ جب ان لوگوں نے روزانہ کی زندگی ایسی بنالی کہ اگر دو آدمیوں نے مل کر تجارت شروع کی تو باری لگالی ایک ایک دن کی، کوئی کسی وقت، کوئی کسی وقت، کما کر پہونچ جاتا۔ کوئی شام کو پہونچتا اور رات کو رہتا، عشاء بعد سے عبادت میں لگا رہتا، پھر سوتا۔ کچھ عشاء پڑھتے ہی سو جاتے اور پچھلے وقت میں تہجد ادا کرتے۔ اس طرح چوبیس گھنٹے مسجد میں مقامی مسلمان موجود رہتے۔ اب جو باہر سے جس وقت پہونچتے آدمی مسجد میں ان کو سنبھالنے کو موجود ملتے، کبھی تعلیم کے حلقے ہو رہے ہیں، تو آنے والوں کو اس میں بٹھاتے۔ نماز ہو رہی ہے تو اس میں شامل کر رہے ہیں۔ ذکر و اذکار جس وقت ہو رہا ہے اس میں جوڑ رہے ہیں۔ اس طرح آنے والے بھی اپنے کو خالی کسی وقت نہیں سمجھیں گے۔ اب حساب لگاؤ چھ سات ماہ تو باہر خرچ ہوئے مسجدوں کی باری میں بھی دو ڈھائی ماہ نکل گئے۔ اب دنیاوی ضرورتوں کے لئے کتنا وقت رہ گیا۔ ہر شخص کا وقت بیرونی نقل وحرکت میں بہت سا لگ اور کافی وقت

مدینہ آنے والوں کے سنبھالنے میں لگ گیا۔ ذرائع آمدنی تو عام حالات سے بھی کم ہو گئے اور اخراجات کئی گنا زیادہ بڑھ گئے۔ باہر کی نقل و حرکت کا خرچ اپنا اور گھر والوں کا خرچ جو دوسرے باہر سے مدینہ میں آئیں تو ان کا خرچ جو مدینہ کے غربا باہر نکل رہے ہیں ان کا سفر خرچ، سواری، لباس، کھانا باہر والے خوشحال آئیں ان کی بھی دعوتیں کرنا، پھر جن علاقوں میں قحط ہوتا وہ بھی مدینہ پاک آتے، ان کی بھی مدد کرنا، غرضیکہ خرچ تو نقل و حرکت کے زمانے میں بھی اور قیام کے زمانہ میں بھی بہت بڑھ گیا اور کمائی کی شکلیں ٹوٹ گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باہر بھی اور مقام پر بھی فاقے جھیلنے پڑے۔ سردی بھی سہنی پڑی، گرمی بھی برداشت کرنی پڑی غرضیکہ ہر قسم کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ پیٹ کاٹ کاٹ کر نقاضی اور دینی کاموں کو چلایا تو جب ایمان کا کام کرنے والوں نے ایمان کے تقاضوں کو کمائیوں اور گھر کے تقاضوں پر مقدم کر دیا تو حق تعالیٰ شانہ، نے اس نقشہ سے خوش ہو کر تمام عرب کی بسنے والی قوموں کو اسلام میں داخل کر دیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی قربانی کی برکت سے ان تمام انسانوں کی تربیت ہو گئی جن کی تربیت کی حکومتوں کو کبھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آپؐ ایسی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے۔ جب سارا عرب اسلام سے منور ہو چکا تھا اور مدینہ کا ایک ایک گھر مال سے خالی ہو چکا تھا۔ پھر حق تعالیٰ شانہ، نے قیامت تک کے آنے والوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ اسلام ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی محنت سے پھیلا ہے۔ آپؐ کے تشریف لے جانے کے بعد کئی عرب قبائل کو پھر مرتد بنا دیا تاکہ قیامت کے آنے والوں کو پتہ چل جائے

کہ جب بھی ہم اس محنت کو لے کر اٹھیں گے تو سارے عالم کے خاکے درست ہو جائینگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوتے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو بیٹھنے نہیں دیا بلکہ ایک دم سب کو خدا کے راستے میں نکال دیا۔ اسی بھوک اور پیاس میں اسی غم کی حالت میں نکالا ـــــ یہانتک کہ تین دن اور تین راتیں مدینہ پر ایسی گزریں کہ ہر وقت حملے کا خطرہ تھا اور مدینہ پاک بالغ مردوں سے گویا بالکل خالی تھا۔ اکثر تو ملک شام کے رخ پر جیش اسامہ میں بھیجے گئے۔ بقیہ ڈیڑھ سو کے قریب وجوار میں نکلے ظاہر کے اعتبار سے نکلنے کا بالکل موقع نہ تھا۔ محض حکم کی تعمیل کے جذبہ سے نکل گئے۔ اللہ رب العزت نے اس محنت کی پوری دنیا کو قیمت دکھائی۔ ایک قلیل عرصہ میں سارا عرب اسی نقشہ پر آگیا، ایک عرب گھرانہ بھی اسلام سے باہر نہیں رہا اور اس میں صرف ایک ماہ لگا صرف یہی نہیں کہ مسلمان بن گئے بلکہ ایمان کی پوری محنت پر لوٹ آئے ـــــ تو اصل ایمان کی محنت کا نقشہ یہ ہے کہ ایسی فضا پیدا ہو جائے کہ جس کو جس وقت جہاں کے لئے کہا جائے سب مشاغل چھوڑ کر راہ خدا میں چلا جائے اور جب باہر کے آدمی دین سیکھنے کے لئے اس کے مقام پر آئیں تو یہاں بھی ان کے ساتھ لگ جائے تو اب آپ غور کیجئے کہ آج کی محنتوں میں اور اس محنت میں کتنا فرق ہے۔ تو اصل سمجھو اس نقشے کو اور یہ سمجھو کہ ہماری والی محنتیں ابتدائی ہیں اور ہمیں ان جیسی محنت کرنے والا بننا ہے۔ پوری پوری جان لگانے والا بننا ہے ـــــ مختصر سی زندگی ہے اس میں سے تھوڑا سا وقت ضروریات

کے لئے کمانے پر لگائیں گے اور بقیہ تمام وقت دین کی محنت پر صرف کریں گے اب ذہن میں یہ رکھیں کہ چونکہ یہ قربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے اندرون سے نکلی ہے اس لئے ان کے بدن اور روح کے انوار اس قربانی میں موجود ہیں۔ لہٰذا جتنی یہ قربانیاں کام کرنے والوں میں بڑھیں گی اتنی ہی ہدایت حق تعالیٰ شانہ، کی جانب سے آئے گی ـــــ دین مالوں سے نہیں پھیلے گا۔ بلکہ دین کی محنت سے کمائیوں کے نقشے میں جو نقصانات اور کمیاں آئیں گی اس قربانی سے پھیلے گا اور جب یہ قربانیاں کمال تک پہنچیں گی تو ان قوموں کو آپ کے ذریعہ ہدایت ملے گی جو آسمان پر اڑ رہی ہیں اور ہم غریبوں کی طرف دیکھتی بھی نہیں اور وہ مسلمان جو زندگی کے کسی کے شعبہ میں اسلام کی بات سننے کو تیار نہیں وہ اپنے تمام کاموں کو اسلام کے احکام کے موافق بنالے گا۔ اور آپ حضرات کی قربانیوں کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر کھڑے ہو کر دلوائیں گے جہاں آپ نے انصار سے ملنے اور ان قربانیوں کا صلہ دلوانے کا وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ یہ طے کرلو کہ خدا جو کچھ ان محنتوں کے بعد دے گا۔ وہ حاصل کر کے دوسروں کو دیں گے اور خود نہ لیں گے۔ ایسا کرنے میں حضورؐ کی جھلک پائی جائے گی۔ کیونکہ آپؐ قربانیوں کے دور میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ تھے اور جب نعمتیں ملنے کا وقت آیا تو آپ تشریف لے گئے۔ اس طرح جو حضرات اپنی جان و مال کی قربانی کریں گے اور دنیا میں کچھ لینا نہیں چاہیں گے اور صرف آخرت پر نگاہ رکھیں گے وہی حضرات آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔ انشاء اللہ

راہ خدا میں نکلنے والے قافلوں کیلئے

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی ہدایات

محمد منظور نعمانی

تبلیغی اجتماعات کا پروگرام عموماً یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک دو دن پورے زور و قوت کے ساتھ حاضرین کو اس کی دعوت اور ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ ایمان و یقین اور ایمان والے اعمال اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے کچھ مدت کے لئے اپنے ماحول اور روزہ مرہ کے مشاغل سے نکلیں اور دوسرے بندگان خدا کو بھی ان کی دعوت دینے کے لئے ایک خاص پروگرام کے مطابق وہ محنت و مجاہدہ کریں ــــ اللہ کے جو بندے اس دعوت کو قبول کر لیتے ہیں ان کی جماعتیں ترتیب دے دی جاتی ہیں اور اجتماع کے اختتام پر ان کو ہدایات دے کر اور دعا کر کے رخصت کر دیا جاتا ہے ــــ اپریل ۶۲ء میں کلکتہ کے قریب نگرا ہاٹ میں ایک اجتماع ہوا تھا۔ راقم سطور بھی اس میں شریک تھا۔ پہلے دو دن کی دعوت و ترغیب کے نتیجہ میں ایک ہزار سے کچھ اوپر بندگانِ خدا نے اپنے نام لکھائے جن کو قریباً سو جماعتوں میں تقسیم کر دیا گیا، آخری دن حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ

نے جماعتوں کو رخصت کرتے وقت جو تقریر فرمائی تھی وہ اس عاجز نے اشارات میں قلمبند کر لی تھی۔ وہی ذیل میں درج کی جارہی ہے۔ اس میں جو کچھ ہے وہ مضمون کی حد تک حضرت مولانا مرحوم کا ہے۔ لیکن الفاظ کے بارہ میں یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد مولانا نے فرمایا ـــــ آفتاب نورانی ہے۔ اس کے اندر نور ہے۔ وہ اپنے اس نور کے ساتھ چکر لگاتا ہے تو دنیا میں نور پھیلاتا ہے۔ اگر بجائے نورانی کے وہ خود ظلماتی ہوتا اور اس میں نور کے بجائے ظلمت ہوتی تو وہ دنیا میں ظلمت پھیلنے کا ذریعہ بنتا ـــــ آپ لوگ اپنے گھر چھوڑ کر نکل رہے ہیں اور دور قریب کی دنیا میں پھریں گے اگر آپ میں نور ہوگا تو آپ کے ذریعہ نور پھیلے گا۔ اور اگر آپ کے اندر ظلمت ہوگی تو وہی ظلمت پھیلے گی، اس لیے آپ کو کوشش کرنی ہے کہ آپ کے اندر نور ہو اور آپ خود نورانی بنیں ـــــ کسی انسان کی ذات میں نور نہیں ہے، نور والے اعمال سے انسان میں نور آتا ہے۔ اس لیے آپ لوگوں کو نور والے اعمال کرنے ہیں تاکہ آپ کے اندر نور آئے اور آپ کے ذریعہ نور پھیلے، اور ظلمت والے اعمال سے اپنے آپ کو بچانا ہے تاکہ آپ ظلمت پھیلنے کا ذریعہ نہ بنیں ـــــ نور والے اعمال وہ محمدی اعمال ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے کیے جائیں، ان اعمال کو اتنی کثرت سے اور تسلسل اور یکسوئی کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ ان کے نورانی رنگ میں رنگ جائیں ـــــ وہ نورانی اعمال یہ ہیں۔

(۱) اخلاص کے ساتھ، ایمان ویقین حاصل کرنے کی دعوت جو انبیاء علیہم السلام کی خاص میراث اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی ہے۔
(۲) نماز اور جملہ عبادات جس میں ذکر و تلاوت، دعا، و استغفار سب شامل ہیں۔ (۳) علم میں مشغولیت۔ خاص کر وہ علم جس میں انسانوں کے اعمال و افعال کے آخرت میں ظاہر ہونے والے نتائج کا بیان ہو یعنی ترغیب و ترہیب (۴) اچھے اخلاق جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے اور جن کی آپؐ نے تعلیم دی۔ جس کا خلاصہ اور حاصل ہے اللہ کی رضا کے لئے اس کی مخلوق کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ۔

یہ ہیں وہ نورانی اعمال جنکے مسلسل اور کثرت سے کرنے سے نور پیدا ہوتا ہے اور زندگی نورانی بنتی ہے، آپؐ کو انھیں اعمال میں مشغول رہتے ہوئے پھرنا ہے ——— یاد رکھئے آپ صرف اپنے گھر، اپنے گھر والوں اور اپنے خاص ماحول کو چھوڑ کر جا رہے ہیں، نفس اور شیطان کو چھوڑ کر نہیں جا رہے ہیں۔ یہ دونوں دشمن ہر قدم پر اور دن رات آپ کے ساتھ رہیں گے۔ آپ کی بری عادتیں بھی آپ کے ساتھ جا رہی ہیں، یہ سب چیزیں آپ کو ان اعمال کی طرف کھینچیں گی جن سے آپ میں ظلمت آئے اور آپ خدا سے دور اور اس کی رضا سے محروم ہوں، آپ ان دشمنوں کے شر سے صرف اس طرح بچ سکتے ہیں کہ اس بات کا پورا اہتمام کریں کہ سونے کے چھ سات گھنٹوں کے علاوہ دن رات کے تمام اوقات میں اپنے کو ان نورانی اعمال میں مشغول رکھیں ——— یا آپ ایمان کی اور ایمان والے

اعمال کی دعوت دیتے ہوں، یا نماز اور ذکر و تلاوت وغیرہ کسی عبادت میں مشغول ہوں یا تعلیم اور تعلم میں لگے ہوں، یا کوئی خدمت والا کام انجام دے رہے ہوں ـــــ نفس اور شیطان کے شر سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ آپ کا وقت ان کاموں سے فارغ اور خالی نہ ہو۔ "خانۂ خالی را دیو می گیرد" ـــــ پھر یہ اعمال بھی نور حاصل ہونے کا ذریعہ اسی صورت میں بنیں گے جبکہ صرف اللہ کی رضا کے لئے اور آخرت کے ثواب پر نگاہ رکھتے ہوئے کیئے جائیں۔ اگر خدانخواستہ نیت خالص نہ رہی تو یہی اعمال جہنم میں کھینچ لے جائیں گے ـــــ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں سب سے پہلے تین آدمیوں کے بارہ میں جہنم کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور جہنم میں سب سے پہلے انہی کو پھونکا جائے گا۔ ان میں ایک وہ عالم دین اور عالم قرآن ہوگا جو عمر بھر قرآن سیکھنے سکھانے میں مشغول رہا۔ دوسرا ایک دولت مند سخی ہوگا جس کو دنیا میں اللہ نے خوب دولت سے نوازا تھا، اور وہ اللہ کی دی ہوئی دولت نیکی کے کاموں میں خوب کشادہ دستی سے خرچ کرتا تھا اور تیسرا شخص ایک شہید ہوگا جو جہاد کے میدان میں دشمن کی تلواروں سے شہید ہوا ہوگا ـــــ لیکن ان تینوں آدمیوں نے یہ اعمال خالصاً لوجہ اللہ نہیں کیئے تھے، بلکہ دنیا میں ناموری اور شہرت و عزت حاصل کرنے کے لیئے کیئے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب یہ تینوں قسم کے آدمی

اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونگے تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ ہم دلوں اور نیتوں کا حال جانتے ہیں تم لوگوں نے یہ اچھے اور نورانی اعمال ہماری رضا کے لئے نہیں کئے تھے بلکہ دنیا میں ناموری اور تشہیر کیلئے کئے تھے۔ اور یہ چیز تمھیں دنیا میں مل چکی، اب تمہارے لئے یہاں کچھ نہیں۔ اس کے بعد ان کو ان کے انھی اعمال کی وجہ سے گھسیٹ کے جہنم میں پھکوا دیا جائے بلکہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ یہ پہلے وہ جہنمی ہوں گے جن کے لئے سب سے پہلے جہنم کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ) ـــــــ سوچیئے تو کس قدر لرزا دینے والی ہے یہ حدیث، حضرت ابوہریرہ رضؓ اس حدیث کو روایت فرماتے تو کبھی کبھی مارے خوف کے ان کے چیخیں نکل جاتیں اور ان پر بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا تھا۔ اور ایک دفعہ جب ایک تابعی نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضؓ سے سن کر حضرت معاویہ رضؓ کے سامنے نقل کی تو حضرت معاویہ رضؓ اتنے روئے کہ لوگوں کو ان کی جان کا خطرہ ہوگیا۔ بہت دیر کے بعد ان کی حالت ٹھیک ہوئی اور انھوں نے فرمایا۔

صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ
مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ
اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا
وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ
لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا

اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں سچ فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف سے بالکل صحیح پہونچایا ہے کہ جو کوئی اپنے اعمال سے دنیا اور دنیا کی زیب و زینت چاہے گا اس کو اسکے اعمال کا پورا نتیجہ دنیا میں ہم دے

النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

دیں گے اور ان کے لئے اس میں بالکل کمی نہیں کی جائے گی۔ ان لوگوں کے لئے آخرت میں سوائے دوزخ کی آگ کے اور کچھ نہ ہوگا اور جو عمل انھوں نے کئے تھے وہ ضائع جائیں گے اور بے کار و لا حاصل ہوں گے ان کے اعمال۔"

بہر حال نورانی اعمال نور پیدا کرنے کا ذریعہ اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جبکہ وہ خالصاً اللہ کی رضا کے لئے اور آخرت کے لئے کئے جائیں، اس لئے آپ کو ایک طرف تو اپنے تمام اوقات انہی اعمال میں مشغول رکھنے ہیں اور دوسری طرف اس کا بھی اہتمام کرنا ہے کہ نیت صحیح رہے۔ شیطان جب کسی بندہ کو اچھے عمل سے ہٹا نہیں سکتا تو اس کی نیت میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ والے عمل اگر غیر اللہ کے لئے کئے جائیں تو ان میں اللہ والی نسبت نہیں رہتی۔ اور اگر اللہ کی رضا کے لئے وہ اعمال کئے جائیں جو درحقیقت رضا والے اعمال نہیں ہیں تو ان میں اللہ کی نسبت نہیں آتی اور وہ رضائے الٰہی کا وسیلہ نہیں بنتے۔ اس لئے دونوں کوششیں ضروری ہیں۔ ایک اللہ کی رضا والے اعمال میں مشغولیت، ہمہ دم ایسی مشغولیت کہ ان کا رنگ چڑھ جائے اور نیت کی صحت کا اہتمام، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل سے مقصد اللہ کی رضا ہو۔ ساری کامیابی بس اللہ کی رضا میں ہے، اور اس کی ناراضی

ہیں تمام ناکامی اور محرومی ہے ـــــــ میں بتا چکا ہوں کہ اس نکلنے کے زمانے میں بس چار کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا ہے۔ سب سے پہلی چیز ہے ایمان ویقین کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت۔ اس دعوت کے لئے عمومی گشت ہوں گے، خصوصی گشت ہوں گے۔ جن کے اصول و آداب گشت کے لئے نکلتے وقت بتلائے جائیں گے ان کو دھیان سے سنا جائے۔ پھر جب آپ دعوت کے لئے گلیوں اور بازاروں میں نکلیں گے تو شیطان آپ کو وہاں کے نقشوں کی طرف متوجہ کرے گا۔ اس لئے سب پہلے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ شیطان ونفس کے شر سے بچائے اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق دے پورے گشت میں اس کا اہتمام رہے کہ بس اللہ کے جلال اور جمال پر اور اس صفات عالیہ پر نظر رہے۔ نگاہیں نیچی رہیں اور اپنا مقصد نگاہ کے سامنے رہے، جس طرح جب کسی مریض کو اسپتال لے کر جاتے ہیں تو خود مریض اور اس کے ساتھی اسپتال کی عالی شان عمارتوں کو اور وہاں کے نقشوں کو دلچسپی سے نہیں دیکھتے بلکہ ان کے سامنے بس مریض کا علاج ہوتا ہے ـــــــ خصوصی گشت میں اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب جن سے آپ ملنے گئے ہیں اس وقت توجہ سے بات سننے کے لئے تیار نہیں تو مناسب طریقہ سے جلدی بات ختم کر کے ان کے پاس سے اٹھ آنا چاہیئے، اور ان کے لئے دعا کرنی چاہیئے اور اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب متوجہ ہیں تو پھر پوری بات ان کے سامنے رکھنی چاہیئے اور وقت فارغ کرنے کیلئے بھی کہنا چاہیئے خصوصی گشت میں جب دینی اکابر کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دعا کی درخواست کیجائے اور انکی توجہ دیکھی جائے تو کچھ کام کا

ذکر کر دیا جائے۔ عمومی گشت کر کے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے۔ اور ان کے سامنے ایمان ویقین، نماز، ذکر اللہ، علم دین، اخلاق اور دینی جدوجہد کی بات رکھی جائے۔ اور تشکیل کی کوشش کی جائے۔ پھر تشکیل کر کے مطمئن نہ ہو جائیں بلکہ جن لوگوں نے وعدے کئے ہیں اور نام لکھائے ہیں ان کو اللہ کے راستہ میں نکال دینے کی اور وعدوں کو عمل میں لے آنے کی پوری کوشش کریں اور اپنے امکان بھر اس کا انتظام کریں کہ ان کا وقت اچھی طرح گزرے ___ جو لوگ اس وقت نکلنے کا فیصلہ نہ کر سکیں ان کو مقامی گشت، مقامی اجتماع، تعلیم نماز، ذکر کی پابندی پر آمادہ کیا جائے۔ اور ان کاموں کا نظام بنا دیا جائے ___ جب دعوت کے سلسلہ کی یہ ساری محنت کر چکیں تو اس کسان کی طرح جو زمین میں بیج بکھیر دیتا ہے اور پھر اللہ سے لو لگاتا ہے پورے الحاح کے ساتھ اللہ سے دعا کریں وہی مقلب القلوب ہے وہی جس کو چاہے ایمان اور ایمان والے اعمال دیتا ہے۔ اور جس کے لئے نہیں چاہتا اس کو محروم رکھتا ہے ___ دعوت کے بعد دوسرا کام تعلیم کا ہے۔ جب تعلیم کے لئے بیٹھیں تو ادب سے بیٹھیں دل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علم کی عظمت سے دبا ہوا ہو، فضائل کا مذاکرہ ہو، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی دعائیں یاد کی جائیں۔

جو وقت دعوت اور تعلیم سے خالی ہو اور کوئی دوسرا ضروری کام بھی اس وقت نہ ہو اس میں نوافل پڑھے جائیں، یا قرآن مجید کی

تلاوت کی جائے یا ذکر و تسبیح میں مشغول کیا جائے یا اللہ کے کسی بندہ کی خدمت کی جائے ۔ ــــــ جس طرح نماز میں آدمی یا قیام میں ہوتا ہے یا رکوع میں یا سجدہ میں یا قعدہ میں اسی طرح اللہ کے راستہ میں نکلنے کے بعد آدمی یا دعوت میں لگا ہو، یا تعلیم اور تعلم میں، یا ذکر عبادت میں یا اللہ کی کسی مخلوق کی خدمت میں ــــــ یہ چار کام اس پورے زمانہ میں بطور اصل مقصد کے کئے جائیں گے اور اتنے کئے جائیں گے کہ یہی عادت و مزاج بن جائے ۔ یہ اجتماعی بھی کئے جائیں گے اور انفرادی بھی۔ اجتماعی سے مطلب وہ ہے جو جماعتی نظام کے تحت ہو، جیسے خصوصی گشت اور عمومی گشت میں دعوت اور جماعت کی تعلیم کے وقت میں تعلیم اور جماعت کے ساتھ فرض نمازیں اور ان کے آگے پیچھے کی سنتیں اور جماعتی تقسیم کار کے مطابق کھانے وغیرہ کے انتظامات کی دوڑ دھوپ، یہ سب اعمال اجتماعی ہیں، انفرادی دعوت، انفرادی تعلیم، انفرادی عبادت انفرادی خدمت وہ ہوگی جو جماعتی پروگرام کے علاوہ کوئی شخص اپنے اس خالی وقت میں کرے جس میں کوئی اجتماعی کام نہیں ہے ۔ مثلاً دوپہر کے کھانے کے بعد ظہر تک کوئی جماعتی کام دعوت یا تعلیم وغیرہ کا نہیں ہے ۔ ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ اس میں آرام کرے ۔ اب اگر کوئی اللہ کا بندہ اپنے اس وقت میں آرام کرنے کے بجائے کسی شخص کے پاس جاکر ... دین کی باتیں کرے، یا کسی اللہ کے بندہ کو کوئی دعا یاد کرائے یا اس کی نماز صحیح کرائے یا مسجد کے کسی کونہ میں کھڑے ہوکر نوافل

پڑھنے لگے یا کسی ساتھی کی کوئی خدمت کرنے لگے یہ سب صورتیں انفرادی عمل کی ہوں گی ——— بہر حال اللہ کے راستہ میں نکلنے کے زمانہ میں یہ چار کام اصل مقصد کے طور پر کئے جائیں۔ اور حاجات بشری کے علاوہ اپنے کل اوقات ان ہی کاموں میں مشغول رکھے جائیں۔ تب ان کے ذریعہ زندگی میں نور آئے گا اور پھر انشاء اللہ وہ نور متعدی ہوگا اور پھیلے گا ——— ان چار کاموں کے علاوہ چار ہی کام ناگزیر ضرورت کے طور پر کئے جائیں گے اور صرف بقدر ضرورت ہی کئے جائیں گے۔ وہ چار یہ ہیں ——— (۱) کھانا پینا (۲) قضائے حاجت۔ (۳) سونا۔ (۴) باہم بات چیت کرنا ——— یہ ناگزیر ضرورتیں ہیں۔ ان کو بس اتنا ہی وقت دیا جائے جتنا ضروری اور ناگزیر ہو۔ ——— سونے کے لئے دن رات میں بس چھ گھنٹے کافی ہیں ———

چار باتیں وہ ہیں جن سے پورے اہتمام کے ساتھ بچا جائے ———

(۱) کسی سے سوال نہ کیا جائے بلکہ کسی کے سامنے اپنی کوئی ضرورت ظاہر نہ کی جائے۔ یہ بھی ایک طرح کا سوال ہی ہے۔ (۲) اشراف سے بھی بچا جائے۔ اشراف یہ ہے کہ زبان سے تو سوال نہ کرے لیکن دل میں کسی بندہ سے کچھ حاصل ہونے کی طمع ہو، گویا بجائے زبان کے دل میں سوال ہو۔ (۳) اسراف سے بچا جائے۔ اسراف یعنی فضول خرچی ہر حال میں معیوب اور مضر ہے، لیکن اللہ کے راستہ میں نکلنے کے زمانہ میں اس کے نتیجے اپنے حق میں بھی بہت برے ہوتے ہیں اور دوسرے ساتھیوں کے حق میں بھی۔

بغیر اجازت کسی ساتھی کی بھی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے۔ بعض اوقات دوسرے آدمی کو اس سے بڑی ایذا پہونچتی ہے۔ اور شرعاً یہ قطعاً حرام ہے ہاں اجازت لے کر استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ——— بس یہ ہیں ضروری ضروری باتیں جن کی پابندی اس راستہ میں نکلنے والوں کے لئے ضروری ہے۔ آپ لوگوں کے چوبیس گھنٹے ان پابندیوں کے ساتھ گذرنے چاہئیں۔ ان اعمال کی پوری پابندی کرتے ہوئے آپ اللہ کی زمین میں اور اللہ کی مخلوق میں پھریں اور اپنے لئے اور پوری امت مسلمہ کے لئے اور عام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایتیں مانگیں۔ بس یہی آپ کا عمل اور آپ کا وظیفہ ہو۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے ہرگز محروم نہیں رکھے گا۔

اپنے طریقوں کو نبیوں کے طریقوں سے بدلو

مؤرخہ ۱۸ اپریل ۱۹۶۴ء ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ

اجتماع باب ابراہیم حرم شریف مکہ مکرمہ

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ——— حمد و ثنا کے

بعد ۔ برادرانِ اسلام ساری دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں تو حالات کی خرابی کے سائے نظر آتے ہیں ۔ حاکم و محکوم کے حالات خراب، مالک و مزدور کے حالات خراب، زمیندار و مزارع کے حالات خراب، تاجر و اجیر کے حالات خراب ۔ امیر اور غریب کے حالات خراب نظر آتے ہیں ۔ دنیا والوں نے محنت کے طریقے بدل لئے ہیں، ملک و مال والوں نے طریقے بدل لئے ۔ سامان و جائیداد والوں نے طریقے بدل لئے ۔ خیموں اور ریلوں والوں نے طریقے بدل لئے چونکہ یہ طریقے اُن کے من گھڑت طریقے ہیں ۔ خدا کے بتائے ہوئے انبیاء کے اپنائے ہوئے طریقے نہیں ہیں ۔ اس لئے نتیجہ میں جگہ جگہ قدم قدم پر خرابی ہی خرابی نظر آتی ہے ۔ اللہ پاک کے طریقے اور ہیں یعنی انبیاء کے طریقے اور ہیں ۔ اللہ پاک کے احکام میں انبیاء معترض نہیں ہوتے ۔ بلکہ اللہ کا حکم ہوتا ہے اور نبی کا عمل ۔ اللہ اور نبی میں نزاع نہیں ہوتا ملک و مال کا نزاع نہیں ہوتا ملک و مال والوں کا نزاع ہوتا ہے ۔ جن لوگوں نے انبیاء کی محنت کا انکار کیا ۔ اللہ نے ان کو بگاڑ دیا ۔ اللہ تو نبیوں کو لوگوں کے حالات درست کرنے کے لئے بھیجتا ہے ۔ لوگوں نے نبیوں کے اعمال کو اپنا لیا ۔ فلاح پا گئے ۔ اگر نبیوں کے اعمال سے اپنے اعمال کو ٹکرا دیئے ۔ چور چور ہو گئے ۔ چونکہ نبیوں والا نقشہ نبیوں والا عمل زندگیوں میں موجود نہیں رہا ... اسی لئے زندگیاں بگڑ رہی ہیں اگر دین پر محنت نہیں ہو گی ۔ دلوں کی درستی نہیں ہو گی ۔ دل درست نہیں تو کوئی چیز بھی درست نہیں ہو گی ۔ اگر نبیوں والے طریقوں پر محنت ہو گی تو حالات ٹھیک ہوں گے ۔

حالات حالات کی بنیاد۔ ملک و مال۔ نو روز زمین۔ راکٹ۔ وغیرہ پر نہیں ہے۔ بلکہ حالات کی بنیاد اعمال ہیں انبیاء صحابہ اور علماء کے اعمال حالات سنوارنے والے بنیں گے۔ جو یہ سمجھتا ہے دھوکے میں ہے حقیقت یہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حالات کو اعمال کے ذریعہ جوڑا ہے۔ حالات کو چیزوں کے ذریعہ نہیں جوڑا۔ بلکہ اعمال کے ساتھ جوڑا ہے۔ جیسے عمل کرے گا۔ حالات مرتب ہوں گے۔ **یقین**۔ اگر یقین قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ اعمال نبیوں والے ہوں گے۔ حالات ٹھیک ہوں گے۔ حالات کا تعلق اعمال سے ہے۔ اگر یقینوں کو ٹھیک کرنا ہے تو انبیاء کے طریقوں پر چلیں۔ غلط یقین نکال کر صحیح یقین اپنائیں۔

محنت غلط یقین کو نکالنے اور صحیح یقین اپنانے کے لئے محنت کی ضرورت۔ اپنی اپنی بساط کے مطابق محنت کریں۔ انبیاء کرام نے سب سے زیادہ محنت کی۔ اگر ان جیسی محنت ہو گی۔ یقین درست ہو جائے گا۔ اگر تیرا یقین۔ ساز و سامان فوج و ہتھیار۔ جہاز و سالار سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی ذات پر آجائے تو کامیابی ہے۔ اللہ اپنی قدرت سے سب کچھ کرتے ہیں۔ اپنی قدرت سے خوف کو امن سے بدل دیں گے۔ خدا کی قدرت پر یقین آجائے۔ اللہ کی ذات پر یقین آجائے۔ ہمت یا اللہ کو اپنا لیا تو اللہ کا ہو گیا تو تو نے سب کچھ پا لیا۔ اللہ سامان کے محتاج نہیں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں اپنی قدرت سے کرتے ہیں۔ وہ ارادہ کرتے ہیں۔ وہ ارادہ کرتے ہیں اور ہو جاتا ہے۔ وہ انسان کو بغیر انسان کے پیدا کر دیتے

ہیں۔ زمین کے بغیر غلہ اگایا۔ حضرت سلیمان ؑ کے لئے تمام ہواؤں، پرندو چرند کو تابع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں ان کے احکام میں ان کے نام ہیں، ان کی ذات میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ ہر چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے ——— حضرت ابراہیم ؑ نے اس کعبہ کو تعمیر کر کے دعا مانگی۔ اے اللہ ساری دنیا کے لوگ تیرے اس گھر کی زیارت کو آیا کریں۔ دعا قبول ہوئی۔ ساری دنیا کے لوگ اللہ کے اس گھر کی زیارت اور حج کے لئے آتے ہیں۔ اس گھر سے خدا کی قدرت کے آثار زیادہ نظر آتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ؑ نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل ؑ کو ایسی جگہ چھوڑا تھا، جہاں زندگی کی کوئی رمق نہ تھی۔ نہ درخت نہ پانی، نہ کھیتی نہ مکان، نہ سایہ، نہ انسان، نہ چرند نہ پرند غرضیکہ ہر وقت موت کی سی خاموشی تھی۔

....

انسانی عقل

....

اس عمل پر دنگ ہے کہ یہ انوکھی بات حضرت ابراہیم ؑ نے کیسے قبول کر لی۔ وہ پیغمبر تھے۔ وہ خدا کے احکام کو اپنی عقل کی کسوٹی پہ نہ پرکھتے تھے۔ خدا خدائے پاک نے حکم دیا۔ انھوں نے تعمیل میں سر جھکا دیا۔ بیٹے کو اللہ کا حکم سنایا۔ اس نے گردن جھکا دی۔ یہ ان مقدس ہستیوں کے انعام کا صلہ ہے کہ یہ شہر۔ یہ جنگل میں منگل، یہ زمزم، یہ زرو جواہر، یہ پاکباز لوگ یہاں نظر آتے ہیں۔ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے انعامات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے احکام کے سامنے اسی جھکنے کی خو پیدا کرو۔ جیسی حضرت ابراہیم

اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی تھی ـــــــ اس سال پاکستان سے چھبیس
ہزار حاجی بذریعہ قرعہ آئے۔ اور ۵۰۰۰ بذریعہ پاسپورٹ آئے
کون لے آیا۔ قادر مطلق لے آیا۔ قدرت والے ہیں۔ ہر کام کر سکتے ہیں۔ بغیر
نقشوں کے کر سکتے ہیں۔ اے یہاں آنے والے! تجھے یہاں تیرا روپیہ نہیں
لایا۔ بلکہ تیرا اللہ لایا۔ تو اپنے یقین کو درست کر۔ اگر تو خود یہاں آیا، یا اپنے
روپے کے سہارے سے یہاں آیا ہے تو وہ شخص تجھ سے زیادہ بہتر ہے
جس کو اپنے روپے پر ذرا بھی بھروسہ نہ تھا بلکہ صرف اللہ پر بھروسہ
تھا۔ اس کا یقین تیرے یقین سے بہتر ہے۔ اس کا ایمان تیرے ایمان
سے بہتر ہے۔ اللہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ زندگی، موت اسی کے
ہاتھ میں ہے۔ تیرا دل کہتا ہے۔ کام کیسے چلے گا۔ پیسے نہیں ہوں گے
تو کام کیسے چلے گا۔ تیرے ہاتھ میں پیدائش کے وقت کیا تھا۔ دودھ کیسے
ملا۔ حضرت اسماعیلؑ اور اُن کی والدہ کو صرف پانی سے پالنے والا کون تھا۔
تو اپنے دل و زبان میں یقین پیدا کر سارے یقینوں کی جڑ اللہ پاک کی
ذات پر یقین قائم کرنا ہے۔ پھر اعمال کا سلسلہ اسی بنیاد پر قائم کرنا۔

اعمال | اس طرح یقین کی جڑ لگ جانے پر انسان کے اندر اعمال
آجاتے ہیں اور جیسے بارش ہونے سے زمین میں نباتات اگتی ہے۔
اسی طرح یقین کے ساتھ عمل۔ اگر اعمال درست ہوں گے تو حالات
درست ہو جائیں گے۔

ہیبت اللہ شریف | بازاری مظاہرے عیش کے سامان دنیا

کی چیزیں، ظاہری نقشے، مکہ میں یورپ کے سامان ہیں، لوگ مکہ میں یورپ کے سامان کو دیکھنے نہیں آتے۔ بلکہ مکہ کے یقین کو اللہ پر یقین کے نظارے کو دیکھنے نہیں آتے ہیں۔ آج کے مکے کو دیکھے گا تو یقین نہیں بنے گا جو نبی والا مکہ دیکھے گا۔ نبی والا نقشہ لے کر جائے گا ــــــ اللہ پاک نے پانی بنایا پھر مکہ میں زمین پھیلائی۔ پہاڑ کھڑے کئے۔ پہاڑوں اور زمینوں میں بڑی دولتیں چھپا دیں۔ جب تک وہ چاہیں گے نظام زمین و آسمان چلائیں گے۔ جب چاہیں گے زمینوں اور آسمانوں کو لپیٹ دیں گے اور اس نظام کو توڑ پھوڑ دیں گے ــــــ بیت اللہ شریف سے ثابت ہوتا ہے۔ عورت سے مرد سے انسان نہیں بنتا۔ قدرت سے انسان بنتا ہے، قدرت سے مکان آسمان، شکلوں سے شکلیں۔ چیزوں سے چیزیں۔ آٹا خود نہیں بنتا۔ پیسنے والا پیستا ہے، گوندھنے والا گوندھتا ہے۔ پھر روٹی پکتی ہے۔ اللہ نے اپنی ذات کے سوا سب کو بنایا ہے۔ اے انسان تو بنا ہوا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو بنانیوالا نہیں ہے۔ زمین و آسمان۔ حیوان انسان سب مخلوق ہیں ایک اللہ سب کا خالق ہے۔ منی سے خون سے لوتھڑا شکل انسان وہی بنائینگے۔ یقین یہ ہو جاوے کہ خدا کے بنائے ہوئے سب کچھ بنتا ہے۔ اور کسی سے نہیں بنتا۔ اللہ اپنی قدرت سے پالتے ہیں۔ چیزوں سے نہیں پالتے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کو کیسے پالا۔ نمرود فرعون چیزوں سے والے تھے۔ کیسے ختم ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت سے مسئلے بنتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت سے نقشے بگڑتے ہیں۔ اسی خانہ کعبہ کو مٹانے کے لئے ہاتھیوں کا

ایک لشکر آیا۔ جیسے اس زمانہ میں امریکہ کے راکٹوں کا لشکر۔ پہاڑوں میں لشکر پھنس گیا۔ کوئی ظاہری شکل نہیں کہ خانہ خدا بچ جاوے۔ مگر بچانے والے نے بچالیا۔ کیسے بچایا۔ ایک فرشتہ نے سفید ہاتھی کا کان پکڑا ہاتھی بیٹھ گیا۔ لشکر رک گیا ابابیل آئے۔ ہر ایک کے پاس تین تین کنکریاں تھیں۔ ہاتھیوں پر کنکریاں گرائیں وہ سب لشکر نیست و نابود ہو گیا۔ اسی طرح روسی، امریکی طاقت کا اللہ جب چاہیں گے ختم کر دیں گے۔

یہ بیت اللہ شریف ۷ انبیاء کی زندگیوں کا مرکز ہے۔ اس کا سنگ بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رکھوایا۔ حضرت ابراہیم کی دعا یہ تھی کہ ایک امت ایسی اٹھے کہ ساری دنیا میں نماز کی عبادت کھڑی ہو جاوے ساری دنیا کے لئے ہمدرد اور محبت والی بن جائے۔ ساری امت یہ محنت کرنے والے بن جاویں۔ یہ حضرت ابراہیم ؑ کی پہلی دعا تھی۔ دوسری دعا میری اولاد سے ایسی امت ہو جو دین پر محنت کرے۔ ان کو بغیر کمائے دنیا کے مال و زر دے۔ مکہ میں جماعتیں آئیں گی۔ دنیا بھر کے لوگوں کے دلوں میں مکہ کی محبت ڈال دے۔ اسی بیت اللہ شریف میں فساد آگئی۔ بتوں کی پوجا ہوئی۔ اب گھڑیوں اور کپڑوں کی خرید و فروخت۔ آپ اپنی اسکیمیں بنائیں خدائے پاک اپنی اسکیم بناتا ہے۔ حضرت ابراہیم کی اسکیم جب ابھرنے کا وقت آیا۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اسکیم چلانے والا آگیا۔ یتیم ان پڑھ، مال کے بغیر اسی مکے سے چلے۔ صحابہ اسکیم کے چلانے والے تھے اسکیم چلائی، ملک و مال و زر کے بغیر چلائی۔ یتیمی کی صورت غریبی،

کی صورت۔ باہر کچھ نہیں تھا۔ اندر میں سب کچھ تھا۔ کفار دھوکے میں آ گئے۔ محمدؐ یتیم ہے۔ بھوکا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ باپ بھی نہیں۔ حلیمہ چھوڑ گئیں۔ جب کوئی اور بچہ نہ ملا تو حلیمہ نے لیا۔ وہ اونٹنی جو سب سے پیچھے آتی تھی۔ اب سب سے آگے آگے تھی۔ رہبر کی رہبر اونٹنی۔ اللہ کی اسکیم طاقت سے نہیں، یقین سے چلتی ہے۔ اس کو چلانے والے مال و ملک والے نہیں بلکہ یقین محکم کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ اسکیم ملک و مال سے نہیں چلتی نقشوں اور شکلوں سے نہیں چلتی ہے۔ آپ نے دیکھا ملک و مال کے بغیر اسلام کا نقشہ اسی مکہ میں چلایا۔ ساری دنیا میں چلایا۔ روکنے والوں کے روکے نہ رکا۔ رکنے والوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر اُن کے یقین کے طوفان پر کاہ کی طرح بہ گئے۔ محمدؐ اور ان کے صحابہ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ کپڑا نہ تھا، مکان نہ تھا یقین درست تھا اٹھے اور تمام دنیا کے لشکروں کی موجودگی میں سب پر چھا گئے۔ اب بھی اسی بنیاد پر جو بھی اٹھے گا تو اللہ اپنی قدرت سے کام چلائیں گے۔ وہی کارساز وہی مسبب الاسباب ہے۔ اللہ کے خزانوں کے لینے کا گھر بیت اللہ شریف ہے۔ رسول اکرم صؐ نے سکیم چلائی چاہے۔ تم لاکھوں میل دور رہے ہو۔ بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر لو گے۔ تو حضرت ابراہیمؑ والی برکات کا اجر و ثواب اور امداد ملے گی۔ اللہ والے یقین پر اٹھو۔ صرف یقین کے رخ کو موڑنے کی بات ہے۔ اگر تمام سمتیں چھوڑ کر تم نے رخ بیت اللہ کی طرف کر لیا اور اس بات پر اسی طرح جمے رہے، جس طرح صحابہ کا یقین تھا۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا   آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

نبی کی سنت و طریقہ بیت اللہ کی طرف کیسے بلایا گیا ہے۔ زمانے کا جو نقشہ ہے وہ اسوہ نہیں ہے بلکہ اپنے اپنے نقشوں کو ابراہیمؑ کے نقشوں کے مطابق بنالو۔ ارشاد باری ہے۔ ابراہیمؑ کی اطاعت کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شام جیسے سرسبز و شاداب ملک سے حضرت ابراہیمؑ کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ صحرا میں پہونچا۔ وہیں بیوی بچے کو چھوڑ جانے کا حکم دیا۔ اکلوتے بیٹے اور چہیتی بیوی کا اور کوئی باپ ہوتا تو اس حکم سے کانپ اٹھتا اور مشتعل ہو کر بغاوت کرجاتا۔ لیکن خلیل اللہ جیسی ہستی پر کوئی مسرت ہوئی۔ کیوں نہ ہو پیمبر کے لئے اپنے آقا و مولا کی خوشی سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی۔ خلیل اللہ کا آگ میں کودنا۔ بیوی بچے کو صحرائے لق و دق میں ایسی جگہ چھوڑنا۔ ان کو آگ میں ڈھکیلے سے کم نہ تھا۔ مگر یہ سب کچھ اللہ جل شانہٗ کی خوشنودی کے لئے..... قادر مطلق نے انھیں جھلستی آگ سے کیسے بچا لیا بصرف پانی پر پال کے دکھادیا۔ پھر آپ لوگوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے اس زمزم..... کے پانی کو متبرک بنادیا۔ یہ سب اسی کے انعام ہیں۔ یہ سب بیت اللہ شریف، یہ زمزم، یہ مقام ابراہیم، یہ وادیاں وغیرہ سب اسی کی خوشی کے انعامات ہیں۔ ان کے مزے لوٹیں گے اپنے اپنے نقشوں کو ابراہیمؑ کے نقشوں کے مطابق بنائیں۔ ان کے اسوہ سے اپنے اعمال کو ٹکرائیں نہیں۔ اللہ کی خوشنودی والے اعمال سے۔ اللہ کے غضب والے اعمال سے ٹکرائیں نہیں۔ یاد رکھو یہ بیت اللہ، اللہ کا گھر ہے یہ مرکز ہے خدا کی قدرت کے مظاہر کا۔ ابھی انسان چاند جائیگا۔ پھر دجال بن جائے گا۔ سائنس کے بادل بنائے گا۔ اللہ کو ہم یہ سب کچھ

دیکھتے ہیں۔ وہ ایسے ایسے ہولناک ہتھیار بنانیوالوں کو ختم کر دیں گے۔ جیسے اصحاب فیل کے لشکر کو کنکریوں سے ختم کیا تھا۔ دجال مردوں کو زندہ کر کے دکھائے گا۔ پھر بیت اللہ پر چڑھیں گے۔ تین جھٹکے مکہ شریف میں آئیں گے۔ جو غلط یقین والے ہوں گے نکل جائیں گے۔ صحیح یقین والے مکہ میں آجائیں گے۔ انسان راکٹ سے خود ایک بڑی طاقت بن جائیگا۔

حج اللہ جل جلالہ نے تمہیں حج کے لئے بلایا۔ ہاجرہ دوڑی، انبیاء دوڑے تم بھی دوڑو، چکر کاٹو، کامیاب ہو گے انبیاء نے دعائیں مانگیں تم بھی گڑ گڑا کر اللہ سے مانگ لو۔ اس کے در پر آکر اپنی اکڑفوں مٹالو۔ اس کے بندے بنجاؤ مانگ لو اپنے مالک سے۔ اس کے دروازے سے زاری کرو شاید اس کو ترس آجائے۔ یاد رکھو اس کے رحم شروع ہو جاویں تو بڑے انعامات ملتے ہیں۔ حضرت ابراہیم، ان کی بیوی بچوں پر خدا کا رحم ہوا، اللہ نے ترس کھایا، صدیوں سے انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔ دنیا کی آبادی کا ایک اہم حصہ اس کرم سے مستفیض ہوتا ہے۔ اگر تو نبیوں والے راستے پر آجاوے تو صِرَاطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیهِم سے مالا مال ہو جاوے۔

یقین خدا کی ذات پر یقین نہ بنا تو کس پر بنے گا۔ دل کے یقین کی بیماریوں کو ٹھیک کر لو۔ دل کے اندر یقین کی جھلک بھی پیدا کرو —— حالات کی خرابی دوسروں کی وجہ سے خراب نہیں۔ یہ خرابی ہماری اپنی وجہ سے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے امت مسلمہ نماز کے لئے مانگی۔ حضرت نوحؑ نے جنت کی نماز کے لئے۔ کیا تو اندازہ کر سکتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے امت مسلمہ نماز کے لئے

کیوں نہ آگئی۔ تجھے نماز کے انعامات کا اندازہ ہی نہیں۔ یہ اندازہ ابراہیمیؑ آنکھ ہی کر سکتی ہے۔ —— **محنت** —— بیت اللہ کی بنیاد پر بیٹیوں والی محنت پر چلنا ہے۔ محمدؐ نے ہزاروں گھر قربان کئے۔ ہزاروں صحابہ کے گھر قربان کئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک گھر قربان کیا۔ نماز کیلئے ایک گھر کا قربان کر دینا اور خدا کی محبوبیت حاصل کر لینا نہایت سستا سودا ہے۔ زمین و آسمان بدل جائے۔ لیکن تو نہ بدل۔ مسلمان رہ، امتی بن، ابراہیمیؑ رہ۔ اسوۂ محمدی اپنا۔ یہ ترقیوں میں سب سے بڑی ترقی ہے۔ یہ تیری عاقبت تک کام آنے والی ترقی ہے۔ اگر یہ عمل تیری طبیعت کے خلاف ہے۔ تو اپنی طبیعت پر غور کر۔ اس کی اصلاح کر —— صلح حدیبیہ میں صلح کرنا حکم ربانی تھا۔ محمدؐ نے سر تسلیم خم کیا۔ ظاہری اعتبار سے یہ پشیمانی تھی۔ صحابہ کرام پر یہ پشیمانی بہت شاق گذری۔ ایسا موقعہ کبھی نہ آیا تھا۔ ابھی اعمال میں اتنی پختگی نہ آئی تھی جتنی حضرت نبی کریم صلعم میں تھی۔ اللہ کی طرف سے صلح کا حکم ہوا۔ پیغمبر آخر الزماں نے تسلیم کیا اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیا۔ صحابہؓ کرام کو بغیر عمرہ کے واپس جانے کا صدمہ تھا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا کہ حضورؐ کی بات سے انکار کر دیں۔ معاہدہ لکھوانا شروع کیا۔ کفار نے رسول اللہ پر اعتراض کیا۔ حضور صلعم نے اپنے ہاتھ سے لفظ رسول مٹا دیا۔ اللہ پاک یقین رسول پر خوش ہوئے اِنَّا فَتَحْنَا کے نقارے بجنے لگے۔ صحابہؓ فتح المبین کی خوش خبری پر اور سٹپٹائے۔ مگر سب نے اپنے خدشات کے خلاف خدا کی بات کو مان کر اپنا یقین خالص کر لیا۔ اپنے خدشات کے خلاف اللہ کی بات کو ماننا ہی ایمان کی بنیاد ہے۔ اگر آج ہمارے فیصلے

خدا کی مرضی کے مطابق ہو جاویں نبیوں والے طریقوں پر آجائیں تو بات بن گئی۔
پس اے مسلمان! اپنے طریقوں کو بدل۔ اپنے طریقوں کو نبیوں کے طریقوں سے بدل۔ اپنے نقشوں کو نبیوں کے نقشوں سے بدل۔ اپنی محنت کو نبیوں کی محنت سے بدل۔ ابراہیمؑ کی اسکیم کو دنیا میں چالو کرنے کے لئے نکل۔ اخلاق درست کرنے کے لئے نکل۔ اعمال درست کرنے کے لئے نکل، یقین درست کرنے کے لئے نکل حرکت پیدا کرو۔ وطنیت کا دائرہ توڑ کر پھرو۔ علم، اعمال قرآن و دین کے لئے پھرو۔ کمائی کے دین کی بنیاد پر محنت کرو۔ امت کو اٹھاؤ۔
اگر آپ مسجد والی زندگی پر آجائیں گے تو نقشہ بدل جائے گا۔ سارے عالم میں دین کا بول بالا ہوگا۔ امت بھر کی امیدوں کا نقشہ بدل جائے گا۔
دعا۔ اے خدا مجھے یہاں بیت اللہ شریف میں ہجرت کرنیکی توفیق عطا فرما۔ ہم اسی طرح فیصلہ کریں جسطرح حضرت ابراہیمؑ نے فیصلہ کیا تھا۔ دین اسلام کے لئے فی سبیل اللہ نکل جائیں تو اللہ کے فضل و کرم سے بیت اللہ والی برکات کے مطابق اللہ تعالیٰ مدد فرمائینگے

حضرت جی کی ایک یادگار تقریر

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہٗ نے یہ تقریر دلپذیر اپنی وفات سے ایک ہفتہ قبل گوجرانوالہ میں نماز جمعہ سے قبل فرمائی تھی۔ گویا یہ آپ کی زندگی کا آخری جمعہ تھا۔ جس میں آپ نے تقریر فرمائی۔ اس سے اگلے جمعہ کو لاہور بلال پارک میں آپ کا وصال ہو گیا۔

اور آپ ہم سب کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط میرے بھائیو اور دوستو!

انسان کو حق تعالیٰ شانہٗ نے تھوڑے دنوں کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ اور محنت کی دولت دے کر بھیجا ہے اور اس لئے بھیجا ہے کہ اپنی محنت کو اپنے اوپر خرچ کر کے قیمتی بنالے۔ اگر اس نے اپنی محنت کو اپنے اوپر خرچ کر کے اپنے کو قیمتی بنالیا تو حق تعالیٰ شانہٗ دنیا میں بھی رحمتوں کی بارش برسائیں گے۔ انعامات کی بارش برسائیں گے۔ کامیابیوں کے دروازے کھولیں گے۔ اور جب یہ مرجائے گا تو اس کی قیمت کے اعتبار سے جتنا اس نے اپنے قیمتی بننے میں محنت کی ہو گی اور جتنا اپنی ذات کو قیمتی بنالیا اس کے اعتبار سے اسے جنت کے درجے عطا فرمائیں گے۔ ساتوں زمینوں اور آسمان سے دس گنے سے زیادہ سے لے کر لاکھوں اور کروڑوں گنا تک ایک انسان کو ملے گا اس کی اپنی قیمت کے اعتبار سے اس کے اندر کیا قیمت ہے۔ اب میرے عزیز دوستو! یہ جو انسان کی محنت ہے۔ یہ دو رخی ہے۔ اس محنت سے دو رخ پہ بنتا ہے۔ باہر چیزوں کی شکلیں بنتی ہیں۔ انسانوں کی محنت سے، سڑکوں کی شکل، موٹروں کی شکل، سواریوں کی شکل غذاؤں کی شکل، حلووں کی شکل، کھانے پینے کی چیزوں کی شکل، سواریوں کی مکان کی شکل تو چیزوں کی شکلیں تو بنتی ہیں انسان کے باہر اور یقین کی شکلیں بنتی ہیں۔ انسان کے اندر نیت کی شکلیں بنتی ہیں۔ انسان کے اندر غفلت اور ذکر بنتا ہے۔ انسان کے اندر علم اور جہل کی شکلیں بنتی ہیں۔ انسان کے اندر اخلاق

اور بد اخلاقی کا نور اور ظلمت بنتا ہے۔ انسان کے اندر تو انسان کی محنت ہے۔ جس طرح باہر چیزوں کی شکلیں بنتی ہیں۔ اس طرح اندر میں ایمان کی یقین کی اخلاق کی محبت کی عداوت کی شکلیں اندر میں بنتی ہیں۔ محنت کرتے کرتے کسی سے محبت کرنے والا بنتا ہے۔ کسی سے عداوت کرنے والا بنتا ہے، محنت کرتے کرتے کسی پہ اعتماد کرنے والا بنتا ہے۔ کسی پہ اعتماد نہ کرنے والا بنتا ہے محنت کرتے کرتے کسی پہ یقین کرنے والا بنتا ہے۔ کسی پہ یقین نہ کرنے والا بنتا ہے۔ تو محنت سے چیزوں کی شکلیں تو بنیں گی۔ باہر اور یقین کی نیت کی علم دھیان کی محبت کی عداوت کی۔ اعتماد کی بھروسے کی یہ شکلیں انسان کے اندر بنیں گی۔ جو باہر بن رہی ہیں۔ شکلیں چاہے وہ وزیروں کے ہاتھ میں ہوں شکلیں چاہے وہ صدروں کے ہاتھ میں ہوں۔ شکلیں چاہے وہ گورنروں کے ہاتھوں میں ہوں چاہے وہ ان سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں شکلیں ہوں چاہے وہ مزدوروں کے ہاتھوں میں شکلیں ہوں۔ شکلوں کو انسان ہر جگہ منتقل نہیں کرتا۔ اور ان چیزوں کی شکلیں انسان کے ساتھ ہر جگہ منتقل نہیں ہوتیں۔ آپ لاہور جائیں گے تو آپ نے بیس تیس، چالیس پچاس سال کی محنت سے جتنی دکان کی شکل بنائی ہے اور کوٹھی کی شکل بنائی ہے یا باغیچے کی شکل بنائی ہے یا عیش کی شکلیں بنائی ہے وہ آپ کے ساتھ لاہور نہیں جائیں گی، کراچی نہیں جائیں گی، ملتان نہیں جائیں گی جو باہر کا بنا ہوا ہے وہ یہیں چھوڑ کے جاؤ گے، کچھ پیسے لے جاؤ گے، کچھ نقدی لے جاؤ گے۔ کچھ لے جاؤ گے اکثر باہر کا بنا ہوا چھوڑ

جاؤ گے۔ سڑکیں یہیں چھوڑ جاؤ گے۔ پل یہیں چھوڑ جاؤ گے اور جب اس ملک سے دوسرے ملک میں جاؤ گے تو نقدی بھی چھوڑ کے جانی پڑے گی۔ ساری نقدی بھی نہیں لے جا سکتے۔ جتنا پیسہ بنا ہوا ہے سب یہیں چھوڑ جاؤ گے۔ جتنا حکومت تمہیں اجازت دے گی۔ اتنا لے جا سکو گے۔ دوسرے ملک میں سارا بنا ہوا اس کی شکل میں نہیں لے جا سکو گے اور پھر اس دنیا سے جب آپ آخرت کی طرف جائیں گے تو باہر کا جتنا بنا ہوا ہے وہ سو فی صد یہاں چھوڑ کے جانا پڑے گا۔ بدن کے کپڑے تک چھوڑ کے جانے پڑیں گے۔ یہ عینک تک چھوڑ کے جانی پڑے گی۔ جس کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں ہوتا۔ گھڑیاں چھوڑ کے جانی پڑیں گی۔ یہ جوتے چھوڑ کے جانے پڑیں گے۔ تو باہر کا جتنا بنا ہوا ہے تو یہ دنیا میں کسی نے کہیں ساتھ چھوڑا کسی نے کہیں ساتھ چھوڑا آخری چیزیں جو ساتھ چھوڑیں گی وہ اس وقت ساتھ چھوڑیں گی جب یہ روح جسم سے نکل کر خدا کی طرف چلے گی۔ اس وقت جو کچھ تھا یہ دنیا کا باہر کا بنا ہوا وہ سارا یہیں کا یہیں رہ جائے گا۔

لیکن میرے عزیز دوستو! جو انسان کے اندر بنتا ہے انسان اسے چوبیس گھنٹے جہاں جاتا ہے اپنے ساتھ لے کے جاتا ہے۔ پاخانوں میں جاؤ گے تو جو کچھ اندر کا بنا ہوا ساتھ لیکے جاؤ گے۔ دستر خوان پہ بیٹھو گے تو جو کچھ اندر کا بنا ہوا ہے ساتھ لے کے بیٹھو گے۔ چارپائی پر سونے کے لیے جاؤ گے۔ چارپائی پر لیٹو گے تو اندر کا جو کچھ بنا ہوا ہے ساتھ لے

کے لیٹو گے۔ اگر لاہور جاؤ گے اندر کا بنا ہوا سارا لے کے جاؤ گے۔ کراچی جاؤ گے سارا لے کے جاؤ گے۔ دنیا کے کسی ملک میں جاؤ گے اندر کا سارا لے کے جاؤ گے جو یقین اندر میں بنا ہوا ہے ساتھ جائے گا اور جو محبت اندر میں بنی ہوئی ساتھ جائے گی جو عداوت اندر میں بنی ہوئی ساتھ جائے گی۔ جو علم اندر میں بنا ہوا ساتھ جائے گا جو دھیان اندر میں بنا ہوا ساتھ جائے گا جو اعتماد اور بھروسہ اندر میں بنا ہوا جائے گا تو اندر کا بنا ہوا ہر وقت ساتھ چلتا ہے اور باہر کا بنا ہوا ہر وقت ساتھ نہیں چلتا یہاں تک کہ جب دنیا سے آخرت کی طرف انسان منتقل ہو گا تو اندر کے بنے ہوئے کو سو فی صد ساتھ لے جائے گا اب اگر دبنا جو قیمتی ہے تو یہ جہاں جاتا ہے کامیاب ہوتا ہے اور اگر اندر میں وہ بنا جو بے قیمت ہے تو جہاں جاتا ہے ناکام ہوتا ہے وہ اخلاق بنا جس میں عزت ملتی ہے وہ یقین بنا جسمیں بلندی ملتی ہے۔ وہ محبت بنا جس پہ انعامات ملتے ہیں وہ اعتماد بنا جس پر مدد کے دروازے کھلتے ہیں۔ وہ علم بنا جس علم پر خدا چمکاتا ہے وہ دھیان بنا جس دھیان پہ خدا کامیاب کرتا ہے تو اگر اندر میں وہ بنا جس چیز کے بننے کے لئے خدا نے دنیا میں بھیجا اور محنت کی دولت عطا فرمائی تو محنت کر کے اندر میں اگر بن گیا تو دنیا کے جس علاقے میں چاہے پھرے۔ جس ملک میں جائے اور جس سڑک پہ چاہے نکل جائے۔ اور جس سواری پہ چاہے سوار ہو جائے۔ چاہے گدھے پہ سوار ہو کے

نکلے۔ چاہے موٹر پر سوار ہو کے نکلے۔ چاہے پیدل نکلے۔ چاہے سواری میں نکلے، چاہے جھونپڑوں پر لیٹے چاہے کوٹھیوں میں لیٹے۔ چاہے چٹنی روٹی کھاتا ہوا نکلے۔ لاکھوں کے کھانے کھاتا ہوا نکلے، اندر کا بنا ہوا اگر وہ ہے جس پر خدا کامیاب کیا کرتے ہیں اور جو قیمتی ہے تو پھر جس لائن کو نکلو گے، جس شکل سے گزرو گے کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور اگر خدانخواستہ وہ بن گیا، جو بے قیمت ہے۔ وہ یقین بنا جس پر خدا پکڑا کرتے ہیں وہ محبت بنا جس پر خدا مصیبتیں ڈالتے ہیں اور وہ اعتماد بنا جس پر خدا زندگی بگاڑتے ہیں۔ اور وہ علم بنا جس کو خدا جہل قرار دیتے ہیں وہ دھیان بنا جسکو اللہ غفلت کہتے ہیں۔ تو اگر اندر میں وہ بنا جس کے بننے پر خدا ناکام کیا کرتے ہیں تو دنیا میں انسان جہاں کو بھی نکلے گا۔ چاہے سواریوں پر نکلے چاہے کاروں میں چاہے ہوائی جہازوں میں نکلے ذلیل ہوگا۔ خوفزدہ ہوگا۔ غیر مطمئن ہوگا۔ پریشان حال ہوگا۔ دنیا میں چاہے جن شکلوں میں کوئی نکلے کامیابی نصیب نہیں ہوگی۔ شکلیں بنی ہوئی مل جائیں گی لیکن عزت نہیں ملے گی اور جب مرے گا تو اندر کا بنا خدا ہر ایک کو دکھائیں گے کہ تیرے میں کیا بنا۔ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ باطن اندر کا بنا ہوا دکھاویں گے۔ صاحبزادے! یہ یقین بنا کے لائے ہو۔ یہ تو دوزخ والا یقین ہے جنت میں نہیں لے جاتا یہ، یہ محبت تو دوزخ میں لیجاتی ہے۔ یہ نہیں لے جاتی جنت میں۔ کہاں ہے وہ اللہ کی محبت وہ کون سے کونے میں رکھی ہے لاؤ لاکر دکھاؤ۔ وہ محبت جس پر آدمی جان ومال

ماں باپ اولاد تک قربان کردے۔ کہاں ہے وہ محبت؟ یہ دل میں دکھاؤ کہ محبت کی جگہ دل ہے۔ زبان محبت کی جگہ نہیں ہے۔ زبان محبت کی جگہ ہے ہی نہیں۔ یہ جو زبان پر ہے اس کی رسول اللہ کی محبت کا اظہار کہتے ہیں اور اظہار کی جگہ زبان ہے۔ محبت کی جگہ زبان نہیں اظہار کی جگہ زبان ہے۔ ایمان کی جگہ زبان نہیں ہے۔ زبان اظہار کی جگہ ہے۔ ایمان کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ زبان ایمان کی جگہ نہیں ہے۔ ایمان کی جگہ تو دل ہے۔ محبت کی جگہ تو دل ہے۔ اعتماد کی جگہ تو دل ہے۔ زبان خائن رہتی ہے اور ایسی منافق ہے یہ زبان کہ جو دل میں ہو اسے بھی بول پڑے اور اس کے خلاف بھی بول پڑے۔ کوئی آدمی آیا۔ اب آپ کو بہت غصہ آیا کہ بے موقع آگیا۔ روٹی کھا کے سوتے میں تو بیگم کو بلا رکھا ہے اس وقت اور بے موقع آکے بیٹھ گیا اور خوب طبیعت میں ناگواری ہے اور زبان سے کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ کے آنے سے بڑی مسرت ہوئی، تو زبان نے وہ نہیں بولا جو دل میں ہے اس کے خلاف بولا۔ تو زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں ہے اور زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں نہیں ہے۔ انسان زبان سے دھوکہ کھا جاتا ہے۔ کل کو قیامت میں زبان سے وہی نکلے گا جو دل میں ہے اور زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں نہیں ہوگا وہ زبان پر نہیں آئے گا۔ اسی واسطے لکھا ہے کہ علمائے محققین اور مفسرین حضرات نے کہ یہاں دنیا میں کوئی کتنا ہی قرآن حفظ کر لے اور سارا پڑھ لے اور ایسا یاد ہو کہ بے جھجکے بے اٹکے سارا قرآن پڑھ جاوے۔ لیکن کل

گو قیامت میں جب قرآن پڑھنے کا وقت آئے گا کہ پڑھ اور جنت کے درجوں پر چڑھ، چڑھتا چلا جا پڑھتا چلا جا، تو اس طرح فرمایا کہ جتنا قرآن پر عمل ہوگا زبان پر اتنا ہی آئے گا۔ عمل میں نہیں ہوگا تو قرآن پڑھا نہیں جائیگا۔ دنیا والی بات نہیں ہے۔ عمل کچھ اور قرآن پڑھ رہے ہیں۔ دل میں کچھ اور زبان پر بول رہے ہیں۔ وہاں تو جو عمل ہوگا وہ زبان بولے گی جو یقین ہوگا وہ زبان بولے گی۔

اس لئے میرے عزیزو اور دوستو! اللہ رب العزت نے محنت کی دولت عطا فرمائی اور مسجد کے اندر آواز لگوائی کہ دیکھو اپنے اپنے نقشوں سے نکل کر آؤ وقت تمہارے پاس موجود ہے آنکھ کھل جائے گی، تو وقت جاتا رہے گا۔ محنت کرنے کا اس وقت اگر محنت کر لی تو تم اندر کی بنیادوں کو ٹھیک کر لوگے۔ اب اگر تم نے وقت پر محنت خرچ نہ کی تو موت کے وقت پر یہ حرکت ختم ہو جائے گی۔ مرنے کے بعد یہ ختم ہو جائے گی۔ قرآن میں ہے وہ یوں کہیں گے کہ اللہ کو ہم نے دیکھ لیا رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ ترجمہ۔ اے رب دیکھ لیا سن لیا (سب ہماری سمجھ میں آگیا) اب آپ دنیا میں واپس بھیجئے ہم اچھے عمل کر کے آئینگے۔ تو گویا آخرت عمل کرنے کی جگہ نہیں عمل کی جگہ نہیں ہے۔ آخرت جیسے یہ ماں کا پیٹ یہ کمائی کی جگہ نہیں۔ کمانے کی جگہ دنیا ہے۔ ماں کا پیٹ تو ہے ہی نہیں کمانے کی

کھانے کی، حلوؤں کی جگہ اور گلاب جامن کی جگہ اور چائے پینے کی جگہ وہ ہے ہی نہیں۔ تو عمل پر محنت کا میدان یہ دنیا ہے۔ اب اگر آدمی مر جائے گا تو آخرت میں عمل کا میدان نہیں رہے گا۔ محنت کا میدان ختم ہو جائے گا۔ آج جیسے بنیں گے ویسا درجہ قائم ہو جائے گا۔ خراب بن گئے تو دوزخ، اچھے بن گئے تو جنت۔ جس شکل کے اچھے بنے اس شکل کی جنت ملے گی۔ اب اس کے لئے مسجدیں بنیں اور آواز لگائی گئی کہ دیکھو یہ چیزیں تم نے اپنے میں پیدا کرنی ہیں۔ اگر تم اپنے کو قیمتی بنانا چاہتے ہو۔ اگر کامیاب بنانا چاہتے ہو تو تمھیں اپنے اندر یہ چیزیں اتارنی ہیں۔ دل میں اتارو زبان سے جو بولو اس کے خلاف مت کرو۔ اپنی اپنی زبانوں سے دھوکے مت کھاؤ۔ تمہارے دل میں ان چیزوں کو دیکھا جائے گا کہ تم میں یہ ہیں یا نہیں، سب سے پہلی بات! اللہ اکبر! زمین، آسمان ہوا، پانی، آگ، پہاڑ، جتنی چھوٹی، بڑی شکلیں ہیں۔ ان سب سے اللہ بہت بڑے ہیں۔ وہ ہوا جس کو خدا اگر مشرق سے مغرب تک ایک دن کے لئے تیز چلادیں یا آدھے دن کے لئے تو موسیٰ و عیسیٰ کے ہاتھوں جتنی ایجادات ہیں اور ان کے پیچھے چلنے والے جتنی شکلیں لئے بیٹھے ہیں۔ وہ روئے زمین سے آدھے دن میں صاف ہو جائیں۔ اگر عاد جیسی ہوا چلادیں سب فنا ہو جاویں۔ اللہ اس ہوا سے بہت بڑا ہے۔ تمہارے ہاتھوں کی شکلیں تو ہوا کے سامنے کچھ نہیں اور ہوا اللہ کے سامنے کچھ نہیں رہا۔

یہ آگ اگر مشرق سے مغرب تک لگا دی جائے۔ جتنی اس میں شکلیں بنی ہوئی ہیں ایک دن کی تاب نہ لا سکیں۔ اور یہ ساری راکھ ہو جائیں جل کر اور ساری خاک ہو جائیں۔ اگر مشرق سے مغرب تک پوری دنیا میں آگ لگا دے خدا۔ تمہارے ہاتھوں کا بنا ہوا اس آگ کے سامنے کچھ نہیں۔ جو خدا کی کائنات کے خزانوں میں آگ ہے۔ یہ ساری آگ اس آگ کے سامنے کچھ نہیں۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ یہ پوری زمین اگر اسے ہلا دیا جائے اور جامنوں کی طرح جس طرح جامنوں کو نرم کرنے کے لیئے شاخوں کو ہلاتے ہیں۔ اگر خدا چند منٹوں کے لیئے اسے ہلا دیں تو تمہارے ہاتھوں سے جو کچھ بنا ہوا ہے۔ وہ سارا زمین کے اندر مل کر ختم ہو جائے گا۔ یہ زمین اور تمہارے ہاتھوں سے جو کچھ اس پر بنا ہے اللہ کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ اگر یہ سارا کائناتی خزانوں میں جس قدر پانی ہے اس کو پوری دنیا میں بھر دیا جائے۔ طوفان نوح کی طرح تو یہ انسانوں کے ہاتھوں کا جس قدر بنا ہوا ہے۔ ایک دن کی تاب نہیں لا سکتا۔ سارا لوٹ کے ختم ہو جائے گا۔ تمہارے ہاتھوں کا بنا ہوا پانی کے سامنے کچھ نہیں اور پانی خدا کے سامنے کچھ نہیں۔ اللہ اکبر۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ بہت بڑے ہیں۔ اللہ کی بڑائی کی تحقیق کرو قرآن سے اللہ کی بڑائی کی تحقیق کرو حدیثوں سے۔ اللہ جیسے بڑے ہیں ویسی بڑائی دل میں اتارو۔ یقین ایسا پیدا کرو جتنے وہ بڑے ہیں

جیسا وہ پیدا کرنے میں بڑے ہیں۔ جیسا وہ دینے میں بڑے ہیں۔ جیسا وہ پالنے میں بڑے ہیں۔ جیسا وہ حفاظت کرنے میں بڑے ہیں۔ جیسا وہ پکڑنے میں بڑے ہیں۔ جیسا وہ ذلیل کرنے میں بڑے ہیں۔ ان کی بڑائی کو تم خالی اللہ اکبر کہہ کر نہیں جانو گے۔ تم ان کی بڑائی کا قرآن سنو۔ بیٹھ کر۔ ان کی بڑائی کی حدیثیں سنو بیٹھ کر۔ دو کی بڑائی دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔ خداوند قدوس اپنی بڑائی کو اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک کہ ان کے دل سے بڑائی نکل کر باہر نہیں آجاتی۔ خدا کی بڑائی کو بول بول کر سن سن کر اپنے دلوں میں اتار لو۔ اور ملک و مال اور زمین و آسمان اور راکٹ و ایٹمیات اور دنیا بھر کے کارخانے اور ریلیں اور دنیا بھر کا سونا اور چاندی اور دنیا بھر کا لوہا اور پیتل ان سب کی بڑائی دل سے نکالدو مرنے سے پہلے پہلے ---------- دل میں خدا کی بڑائی اتار لو۔ اگر غیروں کی بڑائی لیکر مرے تو روسیاہ اٹھو گے اور وہ پٹائی ہو گی کہ الاماں الحفیظ۔ ان کی بڑائی کو دل میں یوں جماؤ کہ جتنا کچھ آسمان و زمین میں ہے یہ کچھ نہیں ہے۔ اللہ معبود ہے۔ اللہ مقصود ہے اللہ مطلوب ہیں۔ اللہ عزت دینے والے ہیں۔ اللہ غیروں کے بغیر جو جی میں آئے اپنی قدرت سے کر دیں اور غیروں سے خدا کے بغیر کچھ نہیں ہو گا۔ غیروں سے نہ ہونے کو دل میں اتار لو، ذہن سے آسمان مشرق تا مغرب اپنی محنت کا یقین نکال کر کہ ہماری محنت سے کچھ نہیں ہو گا۔ خدا کے بغیر۔ خدا سے تمہاری محنت کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے۔ دنیا کی چیزوں

سے کچھ نہیں ہوتا خدا کے بغیر۔ اور خدا سے دنیا کی چیزوں کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے۔ اللہ کو کسی اور کی ضرورت نہیں وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی قدرت کے ساتھ کرتا ہے۔ اور جتنی ہم نے شکلیں بنا رکھی ہیں وہ ساری خدا کی محتاج ہیں۔ اس یقین کو دل میں بٹھا لو۔ اب ان دو اعتبار سے سارے انسان اندھے۔ جتنے انسان دنیا میں ہیں خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم مالدار ہوں یا غریب ہوں۔ مولانا صاحب ہوں جو بھی ہوں ان دو باتوں کے اعتبار سے اندھے ہیں۔ ایک انھیں خدا کی ذات ان کی بڑائی اپنے آپ نظر نہیں آتی۔ ایک انھیں غیر سے نہ ہونا اور خدا سے ہونا، دکھائی نہیں دیتا۔ انسان خدا کی ذات کے اعتبار سے اندھے ہیں۔ بڑائی کے اعتبار سے بھی اندھا اور خدا کی ذات کے ہونے کو دیکھنے کے اعتبار سے بھی اندھا وہ بینا ہے زمینوں کو دیکھنے کے اعتبار سے پہاڑوں کے اعتبار سے لوہے پیتل کے اعتبار سے یہ بینا ہے مخلوقات کے اعتبار سے یہ بینا ہے۔ خالق کے اعتبار سے۔ ذات باری تعالیٰ کے اعتبار سے یہ نابینا ہے اب اگر اللہ کی بڑائی دلمیں اتارنی ہے اور اللہ سے اپنی زندگیوں کو بنوانا ہے تو ہمیں جب اللہ دکھائی نہیں دیتے تو اللہ کے اعتبار سے ہم استعمال خود کیسے ہو سکتے ہیں۔ جو چیز دکھائی دیتی ہے اس کے اعتبار سے ہم استعمال خود ہو جائیں گے۔ جو دکھائی دے گا وہ اپنے۔ یہ طریقہ استعمال خود تجویز کرے گا۔ جو چیز دکھائی دے گی وہ طریقہ استعمال خود تجویز کر لے گی خود مال دکھائی دے رہا ہے۔ طریقہ استعمال آپ تجویز کریں گے۔ لیکن وہ خدا جو سب سے بڑا ہے اور اس کے علاوہ سب چھوٹے ہیں۔

اسی سے سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کے غیر سے کچھ ہوتا ہی نہیں۔ اب وہ آپ کو دکھائی نہیں دے رہا۔ تو صاحب بتائیے! آپ اس کے اعتبار سے اس کی عظمت کے اعتبار سے، اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کے اعتبار سے آپ کیا طریقہ، استعمال تجویز کرتے ہیں۔

اب کیا کرنا ہوگا۔ اندھے کے چلنے کی ترکیب یہ ہے بینا کی آواز کی حرکت کرنے والا بن جائے۔ یہ اندھے کی کامیابی کا راز۔ اگر اندھا اندھے پن سے چل دے یا موٹر سے ٹکر کھا کر مرے گا یا کھمبے سے سر پھوڑے گا یا سانپ کو ہاتھ لگا دیگا وہ کاٹے گا۔ یا بچھو کاٹے گا یا پیاسا مرے گا یا تریاق کی جگہ زہر کھا جائے گا مر جائے گا۔ ٹٹولتا پھرے گا۔ چیزیں کھانے کو ہیں لیکن ادھر ادھر سے گزر جائے گا۔ یا ٹھوکر لگا کر تو نابینا اپنی زندگی کے مسئلوں کا حل اپنی حماقتوں کا حل نابینا اپنے اندھے پن سے نہیں کر سکتا، اسے بینا کی ضرورت ہے تو آواز لگائی جا رہی ہے کہ ساری دنیا کے انسان نابینا ہیں۔ اور وہ جو بینا ہیں۔ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خدا نے انھیں آسمانوں پر بلایا۔ خدا نے اپنی ذات کو انھیں دکھایا۔ خدا نے جنت دوزخ انھیں دکھلائی خدا نے اچھے برے عملوں کا نفع نقصان انھیں دکھلایا۔ خدا نے سود پر زندگی کس طرح بگڑتی ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھ سے دکھلایا۔ بلی کو بھوکا مارنے سے اور اسے باندھ کر رکھنے سے زندگی کس طرح بگڑتی ہے آنکھ سے دکھلایا تو اللہ رب العزت نے محمد

صلے اللہ علیہ وسلم کو بینا بنایا ہے۔ خدا کی ذات کو دیکھا، خدا کی جنت، دوزخ کو دیکھا۔ خدا کے بنائے ہوئے اچھے برے نقشوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا، ان وجوہات کے اعتبار سے سارے انسان اندھے ہیں۔ اب یہ آواز لگائی جارہی ہے کہ اگر زندگی بنانی ہے کامیاب، اور اندر بنیادیں کامیابی کی بنانی ہیں تو دو تین چیزیں محنت کر کے بناؤ۔ خدا کی بڑائی کو دل میں اتار لو۔ خدا سے ہونا اور غیر سے نہ ہونا دل میں اتار لو۔ غیر کا چھوٹا ہونا اور خدا کا بڑا ہونا دلمیں اتار لو۔ اور سب کا اندھا ہونا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بینا ہونا دلمیں اتار لو اور اسکے بعد مشق کرو اس بات کی کہ بینا کی آواز پر استعمال ہونا آجاوے پہلے طریقہ استعمال سیکھو، تجارت بعد میں کیجیو۔ پہلے بینا کی آواز پر تجارت میں استعمال ہونا سیکھو۔ گھر کی زندگی بعد میں بنائیو پہلے بینا کی آواز پر گھر کی زندگی میں استعمال ہونا سیکھو پیسے خرچ بعد میں کیجیو۔ مکان بعد میں بنائیو۔ سارے کام بعد میں کیجیو۔ پہلے تو بینا کی آواز پر حرکت کرنا سیکھو۔ ان کی آواز پر کھڑا ہونا ان کی آواز پر بیٹھنا۔ ان کی آواز پر بولنا، ان کی آواز پر سننا۔ ان کی آواز پر دیکھنا جسطرح وہ کہے اس طرح جھک جاؤ، جو بولنے کو کہے بولو، جہاں دیکھنے کو کہے دیکھو کھڑے ہونے میں جہاں دیکھنے کو کہا، وہاں دیکھو۔ بیٹھنے میں جہاں دیکھنے کو کہا وہاں دیکھو۔ یہاں تک کہ یہ دل میں یقین پیدا کر لو کہ میں تو اندھا ہوں۔ مجھے تو اپنی کامیابی کا راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نے بینا بنایا ہے وہ جسطرح کہہ گئے اس طرح اٹھنے بیٹھنے میں اس طرح چلنے پھرنے میں اس طرح دیکھنے سننے میں اس طرح لینے دینے میں اس

طرح بکرے نے تھوڑنے میں میری کا میابی ہے اور یہ جو ملک و مال میں مجھے کامیابیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ یہ میرا اندھا پن ہے۔ مجھے غلط دکھائی دے رہا ہے۔ ایک آدمی کمزور نگاہ کا باہر سے آرہا۔ وہ یوں کہے میاں یہ مسجد ہل رہی ہے کیا؟ دوسرے کہیں یہ مسجد نہیں ہل رہی آپ ہل رہے ہیں۔ کیوں بھئی! یہ ایک کے دو کیسے نظر آرہے ہیں ایک مینار کے دو کیسے ہو گئے آج؟ لوگ کہیں دوسرا مینار نہیں بنوایا۔ آپ کی آنکھ میں خرابی ہے۔ آپ میں اندھا پن آگیا۔ اب یہ مسجد اس لیے بنی کہ اس کے حساب میں وقت نکالا جاوے۔ خالی اللہ اکبر تم چاہو ساری عمر کہو۔ اللہ کی بڑائی دل میں تب بیٹھے گی جب اس کا قرآن سنو گے۔ سب سے پہلا قرآن اللہ اکبر کا آیا ہے۔ سب سے پہلا قرآن اشہد ان لا الہ اللہ کا آیا ہے۔ سب سے پہلا قرآن محمد الرسول اللہ کا آیا ہے۔ سب سے پہلا قرآن ان باتوں کا قرآن پہلے آیا ہے۔ پہلے محنت کر کر کے قرآن سن سن کر حدیثیں سن سن کر اللہ کی بڑائی کو جان جاوے۔ ایک بڑائی وہ ہے جس کو جانتے ہو۔ سب سے بڑا بیٹا۔ سب سے بڑا پتھر سب سے بڑی کوٹھی۔ اس قسم کے اکبر بہت بولے جائیں۔ دنیا میں اور اکبر کو دیکھ کے بول رہے ہو۔ دیکھ جان کے سمجھ کے بول رہے ہو۔ اور ایک اکبر کو بغیر دیکھے بغیر جانے بغیر سمجھے بول رہے ہو۔ جیسے بہت بڑا ڈاکٹر جس طرح کہے اس طرح کر لو۔ بہت بڑا ڈاکٹر اس نے کہا کہ دیکھو فلانی چیز مت کھائیو۔ فلانی مت کھائیو اور یہ کھائیو

یہ کھائیو۔ یہ کھائیو۔ وہ مت بچیو۔ یہ بچیو۔ اب سب کیونکہ بہت بڑے ڈاکٹر صاحب ہیں۔ انھوں نے یہ پرہیز بتلایا ہے اس کے کہنے پر چل رہی ہیں اور اللہ کو بھی بہت بڑا کہہ رہا ہے۔ رات دن انھوں نے کہا کہ سود مت کھائیو نہیں تو مصیبت میں آجاؤ گے۔ جھوٹ بول کے مت کھائیو۔ رشوت سے مت کھائیو۔ کسی کا دبا کے مت کھائیو۔ وہ بھی اس کو بھی کہتے ہیں۔ اکبر۔ اور وہ بھی کہتا ہے کہ یہ کھالو گے تو نقصان ہوگا۔ یہ کھالو گے تو فائدہ ہوگا۔ لیکن مجال ہے کہ اس کے منع کیے ہوئے کو چھوڑ دیں اور اس کے بتلائے ہوئے کو پکڑ لیں۔ ہے کوئی دنیا میں۔ آج ہر کوئی مسلمان ایسا کرنے والا۔ بہت بڑا ڈاکٹر جانتا ہے۔ بہت بڑا وزیر جانتا ہے۔ بہت بڑا سائنسداں جانتا ہے۔ بہت بڑی بندوق جانتا ہے۔ یہ ہر ایک کے جنس کی بہت بڑے کو جانتا ہے۔ لیکن خدا کو جو بہت بڑا کہتا ہے۔ اس کو بیوقوف جانتا ہی نہیں۔ اس لئے کہ اس نے اس کی بڑائی کو دل میں اتارنے کے لئے کوئی محنت کی ہی نہیں۔ ان کی بڑائی پہ محنت کی ہے۔ ان کے پاس گیا ہے۔ ان کے پاس اٹھا بیٹھا ہے۔ ان کی لائن کی کتابیں پڑھی ہیں۔ ان کی لائن کی چیزوں کو معلوم کیا ہے۔ لیکن اللہ کی لائن کی چیزوں پہ کتنی محنت کی۔ یقین بنانے میں کتنے ہاتھ پیر مارے۔ ان کی بڑائی کو دل میں اتارنے خدا کی معلومات کو معلوم کرنے میں کتنا وقت صرف کیا۔ کتنا اس کو زندگی میں بولا۔ کتنا اس کی بڑائی کو سمجھا۔ غیروں کی تردید اپنی زندگی میں کتنی کی۔ نبیوں کی زندگی اس طرح گزری کہ غیروں کی

بڑائی کی تردید کرتے ہیں۔ ان کی تو زندگیاں گزری ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زندگی اسی میں گزر گئی۔ لیکن یہاں اس چھوٹی زبان سے ایک لفظ تردید میں ان چیزوں کے لئے نہیں نکلتا کہ ان سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا سے سب کچھ ہوتا ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں۔ اللہ سب کچھ ہے۔ تو ہماری زبانیں گونگی ہیں۔ اللہ اکبر کے اعتبار سے بولنے سے ہماری زبانیں گونگی ہیں۔ لاالہٰ الا اللہ کے اعتبار سے بولنے سے ہمارے کان بہرے ہیں۔ اللہ اکبر کے اعتبار سے سننے سے اس لئے اندھے ہیں، بہرے بن چکے ہیں۔ یہ مسجد اس لئے بنی تھی اس مسجد کی ترتیب قائم کرو۔ یہ ساری چیزیں دل میں اتریں گی۔ جان کی محنت سے اسلئے اس بات کی دعوت دی گئی۔ یہ دعوت جو میں کہہ رہا ہوں خدا کی بڑائی کی دعوت اللہ سے ہونے غیر سے نہ ہونے کی دعوت۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات پر ہونے کی دعوت کہ جو انھوں نے فرمایا۔ اگر اس کو توڑیں گے تو ناکامی ہوگی اگر اس کو کریں گے تو کامیابی ہوگی اور اس کی دعوت دی جائیگی۔ کہ ملک و مال کے نقشے سے کچھ نہیں ہوگا۔ یہ سب دھوکا ہے اور جب مرو گے تو دھوکا کھل جائے گا۔ اس سے کچھ ہوتا ہی نہیں۔ ایک زلزلہ آتا ہے کسی علاقے میں۔ دھوکا کھل جاتا ہے۔ ساری چیزیں ٹوٹ کے گر پڑتی ہیں۔ کسی علاقے میں سیلاب آتا ہے دھوکا کھل جاتا ہے۔ ساری چیزیں ٹوٹ کے گر پڑتی ہیں۔ یہ تو تمہارا دھوکہ ہے کہ ان چیزوں کے اندر کامیابی ہے کامیابی۔ اس میں نہیں ہے کامیابی اس میں ہے۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ہی کے طریقے پر نماز پڑھنا سیکھ لے اور کامیابی لے لے ۔ بس اس میں ہے کامیابی ۔ کسی کوٹھی میں نہیں کسی مکان میں نہیں ۔ کسی کارخانے میں نہیں ۔ کان کھول کر سن لے ۔ بعد میں جب آنکھ کھلے گی تو پچھتاوے گا ۔ مرنے سے پہلے پہلے بات کو دل میں اتار لے کہ حضور کے طریقے میں استعمال ہونے ہی کامیابی ہے اور ملک و مال کے جینتھرڑوں میں کوئی کامیابی نہیں ۔ اس کو اپنے پہ کھول لے ۔ مرنے سے پہلے پہلے تیرے دل پہ کھل جائے کیونکہ تیرے مرتے ہی قبر میں جب جائے گا تو پہلا سوال یہ ہوگا کہ بتا تیرا پالنے والا کون ہے ۔ اگر اس پر محنت کی تھی کہ دکان سے پلتا ہوں اپنی محنت سے پلتا ہوں پیسے سے پلتا ہوں تو قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا رب خدا ہے جو دل میں نہیں تو زبان پر کیسے آئے ۔ چاہے تو کروڑ مرتبہ روز پڑھ لیا کر ۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اور دکان پر یقین جما ہے تو یہ یقین معتبر نہیں ہے ۔ جس کو پالنے والا سمجھا کرتا ہے ۔ اس کے خلاف کوئی نہیں کرتا کوئی کرتا ہی نہیں ۔ اس کے خلاف ہونے کے معنے یہ ہیں کہ ہم نے اس کو زبان سے کہا جس کی ہمیں معلومات حاصل نہیں ہیں تو پہلا سوال ہوگا ۔ تیرا رب کون ہے ۔ دکان جاتی رہے گی کھینچی جاتی رہے گی ۔ ملک کا نقشہ ہاتھ سے لے لیا جائے گا تو اگر اللہ اکبر تیرے دل میں بیٹھا ہوا نہیں ہے اور یہی ہے کہ میری محنت سے نقشے بنتے ہیں اور نقشوں سے میری زندگی بنتی ہے تو خدا کی قسم ! یہ آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ میرے

رب ہیں۔ دوسرا سوال ہوگا تیرا دین کیا ہے۔ پلنے کے لئے کیا کیا۔ آخر پلنے کے لئے کیا کیا۔ کوٹھیاں بنوائیں۔ نقشے بنائے۔ آخر کیا کیا پلنے کے لئے کیا کیا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پہ یہ سب کچھ کیا تو چلو کہے گا۔ کہ پلنے کے لئے اسلام پہ چلا ہوں اور اگر یہاں نقشوں ہی میں پلنا دکھائی دیتا رہا تو کوئی آئی آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے پلنے کا طریقہ اسلام ہے۔ پھر یہ پوچھیں گے کہ اس آدمی کو کیا کہتا ہے۔ جس نے کمانے میں یہ نہ کہا کہ جس طرح حضور نے فرمایا۔ اس طرح کماؤ نگا اور شادی کرنے میں یہ نہ کہا۔ جس طرح حضور نے شادی کو بتلایا۔ اس طرح کرونگا۔ زندگی میں کہیں سرمایہ داروں کو بولتا۔ کہیں حاکموں کو بولتا تھا۔ کہیں یورپ کو بولتا تھا۔ کہیں ایشیا کو بولتا تھا۔ کہیں نصاریٰ کو بولتا تھا۔ کہیں یہود کو بولتا تھا۔ مکان ایسا بنائیں گے کپڑے ایسے بنائیں گے فلانی چیز ایسے بنائیں گے۔ حضور کا نام زندگی کے کسی مرحلے میں آیا ہی نہیں۔ شادی کی تو غیروں کے نام پہ۔ فلانی جیسی کوٹھی بنائیں گے۔ فلانی جیسی موٹر خریدیں گے۔ کہیں کھوٹی زبان سے زندگی کے شعبوں میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہ آیا۔ وہ کہیں گے کیا کہتا ہے اس آدمی کو۔ وہ کہے گا میں نہیں جانتا کس کو پوچھتے ہو؟ بھئی میرے تو بہت سے ہیں۔ کوئی کوٹھی میں میرا مقتدا ہے۔ کوئی لباس میں میرا مقتدا ہے۔ کوئی غذاؤں میں میرا مقتدا ہے۔ کوئی کامیابی میں میرا مقتدا ہے میں تو ہزاروں کے پیچھے چلا ہوں۔ ایک ہو تو بتاؤں۔ تم بتاؤ تم کون

سے کو پوچھو۔ میں تو سمجھا نہیں۔ ایک آواز آوے گی۔ جھوٹا ہے بد بخت۔! اس کے لیئے آگ کے بستر بچھا دو اور دوزخ کی کھڑکی کھول دو۔ اور آگ کے کپڑے پہنا دو۔ بس یہی تین سوال ہیں میرے عزیزو!

ان تین چیزوں کے لیئے ان تین پہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ وہ یہ ہیں خدا پالنے والا ہے۔ حضور کے طریقے پہ محنت کرنے سے خدا پالتا ہے حضورؐ کا طریقہ یہ زبان پہ چڑھ جائے۔ اور خدا پالنے والا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پہ محنت کر کے ہاتھ اٹھائیں گے۔ خدا پالے گا۔ بس پہلے نماز پہ محنت کر لو۔ حضورؐ کے طریقے پہ نماز پڑھنی سیکھ جاؤ۔ اس کی دعوت دو۔ اس کے علم کے حلقوں میں فضائل کے مذاکرے میں مسائل کے سیکھنے سکھانے میں۔ دعاؤں میں، قرآن میں، ذکر میں، تلاوت میں اور نمازوں میں۔ یہی ہمارا گھر میں محنت کا میدان ہے۔ یہی ہمارا بازار کا نعرہ ہے۔ یہی ہمارا کوٹھیوں کا نعرہ ہے۔ یہی ہمارا حاکموں کے پاس جانے کا نعرہ ہے۔ کامیابی کے لئے نماز ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز بناؤ تو خدا کامیابی کے دروازے کھولے گا۔ پانچ باتوں پہ نماز لے آؤ۔ نماز مقبول ہو جائے گی۔ دروازے کھل جائیں گے۔ کلمے والا یقین پہ کماؤ۔ کلمے نماز کے فضائل والا شوق۔ مسائل والے طریقے، اخلاص والی نیت ہو جائے گی۔ اللہ والا دھیان۔ ان پانچ چیزوں پہ نماز آئے گی۔ نماز مقبول ہو جائے گی۔ انہی پانچ پہ کمائی آئے گی۔ تو کمائی حضورؐ والے طریقے پہ آجائے گی۔ کلمے والے یقین

پر کماؤ- تمہاری شکلوں سے پیسہ نہیں ملتا۔ خدا کے دینے سے ملتا ہے۔ حضورؐ کے طریقے پر آجا دے گی۔ کلمے والے یقین پر کماؤ۔ تمہاری شکلوں سے پیسہ نہیں ملتا خدا کے دینے سے ملتا ہے۔ حضورؐ کے طریقے پر کماؤ گے۔ خدا تمہیں بہت کچھ دے گا۔ دنیا میں بہت دے گا۔ آخرت میں فضائل کے شوق پر مسائل کے طریقوں پر اللہ کے دھیان پر اور اخلاص والی نیت پر جب کمائی آئے گی ان پر تو تمہاری یہ کمائیاں تمہیں جنت میں پہنچائیں گی۔ گھر کی زندگی ان پانچ پر آئے گی تو گھر کی زندگی تمہیں جنت میں پہنچائے گی۔ اگر تمہاری معاشرت اور آپس کے میل جول ان پانچ پر آئیں گے تو تمہیں جنت میں پہنچائیں گے۔ یہ پانچ چیزیں اپنے میں پیدا کرنا۔ اور ان کے لئے وقت نکالنا اور اس کی محنت کا میدان قائم کرنا۔ اس کی دعوت دینا۔ اس کا ماحول بنانا۔ اس کے لئے پھرنا اور پھرانا اس کے لئے مسجدوں میں اکٹھا کرنا اور ہونا بس ایک چیز ہے کہ جو اپنا حصہ اس محنت میں ڈالے گا۔ اللہ کی ذات سے توقع ہے کہ خدا کی بڑائی اس کے بولنے میں آئے گی۔ سینے میں آئے گی۔ تعلیم کے حلقے چل جائیں گے۔ کلمے نماز کے فضائل کھل جائیں گے۔ کلمے نماز کی ترتیب حضورؐ نے اپنے زمانے میں مسجد میں جو چلائی تھی۔ اگر ہم اپنی مسجدوں میں بیٹھ کر ان چیزوں کو چلانے لگیں گے اور نماز کے باہر جس قدر ہمارے شعبے ہیں وہ بھی حضورؐ کے طریقے پر آئیں گے۔ حضورؐ کے طریقے

پر آگئے تو حکومت کر کے بھی جنت میں جائیں گے۔ اگر حضورؐ کے طریقے پر نہ آئے تو محکومیت میں بھی دوزخ میں جائیں گے۔ اگر آپ حضورؐ کے طریقے پر چل پڑے تو مالداری میں بھی جنت میں جائیں گے۔ اگر حضورؐ کے طریقے پر نہ چلے تو فقیری میں بھی دوزخ میں جائیں گے۔ اصل میں کامیابی کی جو گارنٹی ہے وہ تو حضورؐ کے طریقوں میں ہے۔ مسجد میں ماحول بنالو۔ حضورؐ کے طریقوں کے سیکھنے سکھانے کا اور اس کے اندر کامیابی کے یقین بنانے ہیں۔ مسجد میں ماحول پھر اپنے اپنے شعبوں کو آہستہ آہستہ اس یقین پر لاؤ۔ جتنا اللہ کرے شرح صدر نصیب فرماتے رہیں۔ اور جتنا نماز اور دعاؤں کے ساتھ یقین بڑھتا رہے اتنا ہی اپنے باہر کے شعبوں کو بھی حضورؐ کے طریقے پر لاتے رہو۔ ایک دم سارے طریقے نہیں بدلا کرتے۔ ہاں البتہ محنت ایک دم شروع ہو جایا کرتی ہے آدمی محنت ایک دم شروع کر دیتا ہے۔ کھیتی کی محنت ایک دم شروع کر دیتا ہے۔ لیکن کھیتی ہوتے ہوتے ہوتی ہے۔ کوٹھی بنتے بنتے بنتی ہے۔ بس محنت شروع کر دی جائے۔ اسی لئے تبلیغ میں جو ہیں۔ تھوڑی سی ترتیب اپنی محنت کی کر لی ہے۔ کلمے نماز کا مسجد میں ماحول بنانے کی محنت، ایک دفعہ ہمت کر کے تین چلے دے دو۔ سال کا چلہ دیتے رہو۔ مہینے میں تین دن کیلئے نکلتے رہو۔ ہفتے کی دو گشتیں کرتے رہو۔ اپنی مسجد میں تعلیم تسبیح اور نفلوں کا اور ایمان کی دعوت کا ایک ماحول بنالو۔ بس اگر اتنا کر لیا سارے مسلمانوں نے مل کر تو حضورؐ کے زمانے کا دین زندہ ہو جائیگا

اور ایک بات خوب سمجھ لو کہ جب ایک دفعہ آنکھ بند ہو گئی تو آنکھ بند نہیں ہو گی۔ خواب والی بند ہو گئی۔ جاگنے والی کھل گئی۔ یہ جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں جب آنکھ کھلے گی، پھر کیا ہو گا تمہارے سامنے یہ ہے اصل۔ آنکھ کھل جائے گی۔ اس وقت پچھتا وے گا۔ اگر اپنی زندگی کے شعبوں میں حضورؐ کے طریقے چل رہے ہیں تو جیو مبارک ہو اور اگر حضورؐ کے طریقے زندگی کے شعبوں میں ٹوٹے ہوئے ہیں تو کمائیاں حرام ہیں۔ جب اس پہ پکڑیں گے تو پھر رونا پڑے گا۔ اس وقت پتہ چلے گا۔ اور بھائی آؤ۔ اب گھر کی زندگی کی طرف۔ اگر گھر کی زندگی میں حضورؐ کے طریقے ٹوٹے ہوئے ہیں تو اگر ایک بھی حرام لقمہ کھلایا بیوی کو یا اولاد کو تو اس پہ پکڑیں گے کہ یہ کیوں کھلایا۔ اور یہ سور کی طرح ہے۔ سور پکا پکا کے کھلائیں اپنے بچوں کو۔ اپنے بیوی بچوں کو سور پکا پکا کے کھلا رہے ہو۔ اور سود جو ہے۔ وہ سور سے زیادہ سخت ہے۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ جو بھی شریعت کے خلاف کمانا ہو گا۔ وہ سود کے حکم میں ہے۔ اور سود جو سور سے زیادہ سخت ہے تو اگر آپ کی گھر والی زندگی سود والے پیسے پر چل رہی ہے اور آپ کی کمائی حضورؐ کے طریقے سے ہٹ کر چل رہی ہے تو میاں پھر ایک منٹ کی گنجائش نہیں تاخیر کی کہ اس سے تو بچا جائے۔ ایک منٹ کی گنجائش نہیں تاخیر کی۔ پھر تو باہر نکلو یقینوں کو ٹھیک کرو اور اپنی کمائی کو اپنے گھر کو حضورؐ کے طریقے پر لانا سیکھو۔ اپنی کمائی کو حضورؐ کے طریقے پر کیسے لاویں یہود کے طریقوں کو تو ہم لے آئے۔ نصاریٰ کے طریقوں کو تو ہم لے

آئے۔ مشرکین کے طریقوں کو تو ہم لے آئے۔ اپنی جان و مال کے خرچ کو ان کے طریقوں پر تو لے آئے۔ جنھوں نے ہمیں ذبح کیا۔ ہمارے ٹکڑے کئے اور چودہ سو برس تک ہمیں پیسا ہے اور اب بھی پیس رہے ہیں۔ ان کے طریقوں پر تو ہم اپنا سب کچھ لے آئے ہیں۔ بچے انھیں کے اچھے لگتے ہیں۔ حضورؐ کے اور آپؐ کے صحابہؓ کے بچے اچھے نہیں لگتے۔ لباس نصاریٰ کا اچھا لگتا ہے۔ حضورؐ کا اور ان کے صحابہؓ کا لباس اچھا نہیں لگتا۔ مکان نصاریٰ کے اچھے لگتے ہیں۔ مکان حضورؐ اور صحابہؓ کے اچھے نہیں لگتے۔ تو زندگیوں کو یہود اور نصاریٰ تک تو پہنچا دیا ہم نے۔ اب اس تشکیل کو سیکھو کہ کس طرح یہود و نصاریٰ کے طریقوں سے ہٹ کر حضورؐ اور ان کے صحابہؓ کے طریقوں پر آجاویں۔ اب تو حالت یہ ہے کہ بیوی بچے مکان کاروبار اس کے اندر ان کے سامنے یہود ہیں۔ نصاریٰ ہیں۔ یہ ان کو دیکھ دیکھ چل رہے ہیں۔ ایک دفعہ بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے کہ حضورؐ کا مکان کیسا تھا۔ جب یہ کپڑا بناتے ہیں۔ ایک دن یہ تصور میں نہیں آتا کہ اپنے بچوں کے کپڑے ایسے بنالو جیسے حضورؐ کے تھے یہ شادی کرتے ہیں کبھی تصور میں نہیں آتا۔ حضورؐ نے دس بیاہ کئے جس طرح حضورؐ نے کیا ہم بھی کرلیں۔ تو آپ تو حضورؐ کو امام بنائیں گے ہی نہیں۔ آج امام بنا رکھا ہے۔ یہود کو اس اندھے یہود کو جس نے ہمیں ذبح کیا۔ چودہ سو برس تک وہ امام بن چکے ہیں زندگی میں۔ تھوڑے سے نمازی! کچھ پڑھ رہے، کچھ نہیں پڑھ رہے۔ تو نمازیوں نے بھی مقتدا

بنایا یہود کو اور ان بے نمازیوں نے بھی اپنا مقتدا اور امام بنایا نصاریٰ کو۔ ذوق ابراہیمی نہیں ہے یہ ذوق آذری ہے۔ ذوق موسوی نہیں ہے ذوق فرعونی ہے۔ ذوق محمدی نہیں، ذوق قارونی ہے۔ تو بھی اگر یہی اچھا لگتا ہے تو مبارک ہے۔ چلئے آپ مرنے کے بعد دیکھئے گا۔ کیا ہوگا۔ اگر یہی اچھا لگتا ہے اور چلانا ایسے ہی ہے جیسے اب چلا رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے تو نہیں چلے گا ہم ایک دن بھی نہیں چاہتے کسی سے ایک دن بھی نہیں اور میاں اگر اس سے مرنا چاہئے۔ ہمیں ہم برے غلط پھنس گئے اور زندگی میں ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پہ کلہاڑیاں ماری ہیں۔ یہ سب ہم نے خود کیا ہے اور دنیا کے اندر جو ہم مصیبتوں کا شکار اپنے ہاتھوں سے ہوئے ہیں۔ اب ہم کیسے زندگی کے رخ کو پھیریں۔ تو سب سے پہلے اپنے میں مجاہدے کی عادت ڈالئے۔ پہلے علم سیکھئے۔ دعوت دینا سیکھئے۔ تعلیم کے حلقوں میں بیٹھنا سیکھئے تو کم سے کم مسجد والی زندگی کی مشق کیجئے۔ پھر آؤ اور اسے محلے میں چلاؤ خاندان میں چلاؤ۔ رشتے داروں میں چلاؤ۔ نیت میں رکھو۔ سب سے مؤثر نا ہے۔ ان کو سیکھتے سیکھتے۔ پھر کسی کے جی کو لگ گئی تو خاندان بن گیا۔ خاندان بن جائے گا۔ سارا اگر کسی ایک کے بھی جی کو لگ گئی۔ ایک ایک نقشہ بدترہے۔ آج عورتیں کہاں تک پہنچ گئیں۔ عورتیں یہاں تک پہنچ گئیں کہ کتوں سے زنا کرائیں گی۔ یورپ کی عیسائی عورتیں کراتی ہیں کتوں سے زنا۔ اگر یورپ ہی امام بنا رہا تو آدمی اپنی ماؤں سے زنا

کرے گا۔ اپنی بیٹیوں سے زنا کرے گا۔ یہ زنا کے امام ہیں۔ وہاں تک پہنچو گے۔ جہاں یہ پہونچے ہیں۔ اُف۔ اُف! یہ خون کی ندیاں بہانے کے امام ہیں۔ تم بھی وہیں تک پہنچو گے۔ لٹیرے بنو گے۔ شریف انسان نہیں بن سکتے۔ شریف کے پیچھے چلو گے شریف بنو گے اور کمینوں کے پیچھے چلو گے تو کمینے بنو گے۔ شریفوں کے سردار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ جن کے ساتھ شرافتیں جمع ہیں۔ ساری شرافتیں سارے کمالات ساری خوبیاں ان میں جمع ہیں۔ ان کے پیچھے چلو۔ اس کے لئے چاہیئے وقت، ذوق کی تبدیلی کے لئے چاہیئے وقت، اور جتنا اس کے لئے محنت کرو گے ذوق بدلے گا۔ ہم کماتے رہیں کماتے رہیں۔ ایکدم حضور کا ذوق آجائے یہ ناممکن ہے۔ ہم مکان بناتے ہیں۔ کوٹھیاں بناتے ہیں۔ بلڈنگیں بناتے ہیں۔ بیاہ شادیاں کرتے ہیں۔ شاندار چیزیں خریدتے ہیں۔ اور جو پیسہ ہاتھ میں آوے وہ ھَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ وہ سارا انھیں میں لگاتے رہیں۔ اور اس کے لئے نہ مال لگے گا نہ جان تو خدا کی قسم! یہود اور نصاریٰ کی طرف زیادہ قریب ہو جاؤ گے۔ اور حضورؐ سے دور ہو جاؤ گے اور خون چوسنے والوں کے اور قریب ہو جاؤ گے جس نے (یعنی حضورؐ نے) ہماری حفاظت کے لیے خون دیا تھا۔ اس سے دور ہو جاؤ گے اور جو اپنی حفاظت کے لئے ہمارا خون کرتا ہے اس کے اور قریب ہو جاؤ گے تو گویا خون دینے والے سے دور ہوئے اور خون لینے والے سے قریب ہوئے۔ حالانکہ حضورؐ سے قریب ہونے میں ہمارا فائدہ ہے۔

اور حضورؐ سے دور ہونے میں ہمارا نقصان ہے۔ اس لئے کہیں کہ اس ماحول کو بدلو۔ یہ ماحول نہایت زہریلا ہے۔ اس کی تو ہر چیز غلط۔ اس کی ایک چیز بھی صحیح ہو تو کہیں کہ کچھ صحیح ہے۔ مجھے بتا دو کہ اس کی کون سی چیز صحیح ہے۔ اب ایک بات ہماری مان لو۔ سو ڈیڑھ سو دو سو روپیہ ساتھ لے کے ہمارے ساتھ لاہور چلو تین دن تو سنتے رہو۔ پھر جتنا وقت خدا تمہارے ڈال دے اتنا دے دیجیو۔ پیسے لے کے تین دن کے لئے چلو اور یہ نیت کر کے چلو کہ اللہ میرے جی میں ڈال دے اور یوں دعا کرو کہ اللہ تو اس کو میرے جی میں ڈال دے۔ اگر جی میں نہ آوے تو واپس چلے آئیو۔ اور اگر اللہ جی میں ڈال دے تو جتنا وقت اللہ جی ڈال دے اتنا دے آئیو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

(بشکریہ خدام الدین لاہور)

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ
کی
زندگی کی آخری تقریر

مرتبہ۔ پروفیسر محمد حسین گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج جڑانوالہ

مسجد بلال پارک۔ لاہور یکم اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعرات بعد از مغرب بجے شام

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

میرے بھائیو! اور دوستو! اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اس زمین و آسمان میں جو کچھ بنایا ہے اور جا ہے کے لئے اس زمین و آسمان و آسمان کو بنایا ہے اس میں انسان کی وقتی کامیابیاں رکھی ہیں، وقتی عیش وقتی بھوک، وقتی پیٹ بھرنا، وقتی حیات، وقتی موت، رکھی ہے یہاں تھوڑی سی دیر کے لئے لذت وعیش ملتے ہیں پھر تکلیف آجاتی ہے۔ اور جا ہے کے لئے (یعنی جن اعمال کے لئے) انسان کو بنایا ہے۔ اس میں خدا نے سب کچھ ابدی بھی رکھا ہے اور وقتی بھی۔ اس میں ابدی کامیابیاں بھی اور وقتی کامیابیاں بھی ملتی ہیں۔ وقتی راحت اور ابدی راحت بھی ملتی ہے وقتی صحتیں بھی ملتی ہیں۔ اور ابدی صحتیں بھی ملتی ہیں۔ انسان میں جو دولتیں (اعمال صالحہ) رکھی ہیں۔ وہ ایک طرف وقتی طور پہ دنیا میں دوسری طرف آخرت میں ابدی طور پہ زندگی بناتی ہیں۔ اسی لئے انسان کی یہ دولتیں ساتوں زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی ہیں۔ اگر ایک انسان کی یہ دولت بنتی ہے اور اس کے اندر کی مایہ ابھرتی ہے تو اس سے ساتوں زمین و آسمان سے زیادہ آبادی بنتی ہے۔ ساتوں زمین و آسمان سے زیادہ کامیابی ملتی ہے۔ وہ دولت تو بڑی قیمتی چیز ہے۔ اس کی جو خشت اول ہے، یعنی اللہ کہنا، خالی اللہ کہنا۔ اور کچھ نہ کہے اور نہ کوئی اور دولت بنائے۔ پھر بھی فرمایا کہ جب تک ایک بھی اللہ کہنے والا دنیا میں باقی رہے گا زمین و آسمان

باقی رہے گا۔ قیامت نہیں آئے گی۔ جب ایک بھی اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ ساتوں زمین و آسمان کو توڑ دیا جائے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ جن دوستوں کے لئے خدا نے انسان کو بنایا ہے وہ کتنی قیمتی ہیں۔ جبکہ ایک لفظ اللہ کہنے پر زمین و آسمان کھڑے ہیں، نماز نہیں، اخلاق نہیں، حج نہیں صرف اتنی دولت ہے۔ اگر انسان کی آخری دولت بھی جاتی رہے تو پھر ڈیڑھ ارب، سات ارب جتنے بھی انسان دنیا میں اس زمانے میں ہوں گے سب مریں گے سب مخلوق ختم کی جائے گی۔ تو میرے عزیز! اس سے معلوم ہو گیا کہ زبان سے خالی اللہ کہنا اتنی بڑی دولت ہے کہ ساتوں زمین و آسمان اس پہ قائم ہیں۔ جب ایک شخص کہتا ہے کہ میں کھیتی سے پلتا ہوں تو یہ خالی کہنا نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک لمبی چوڑی محنت ہے وہ زمین خریدتا ہے ہل چلاتا ہے۔ بیج ڈالتا ہے۔ چار چھ مہینے کے بعد کٹائی کر کے غلہ بیچ کر پیسے لاتا ہے۔ اسی طرح جب ہم کہیں کہ ہمارے رب اللہ ہیں تو یہ خالی کہنا بلکہ اس کے پیچھے ایک لمبی چوڑی محنت شروع ہو گی۔ اگر کہتے ہو کہ ہمارے رب ہیں، تو پھر دکان کھیتی، سیاست، ملازمت سے پلنے کا یقین نکالو؛ اس بول پر محنت کر کے اس کو دل کا یقین بناؤ۔ اور دل کا یقین بنانے کے واسطے کہنا پڑے گا محمد رسول اللہ۔ اس بول کو دل کی حقیقت بنانے کے واسطے نہ تجارت نہ ملازمت نہ حکومت کی محنت ہے بلکہ اس کے لئے ایک محنت ہو گی۔ جو محنت کی ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ وہ محنت کر کے اس لفظ کو دل کی

گہرائیوں تک اتارو اور اس حقیقت تک پہنچ کر اللہ سے براہ راست ملنے کا فیصلہ لو۔ پھر تو وہ تمہیں اتنی اچھی طرح پال کر دکھائے گا۔ عزت دے کر غلہ دے کر، حفاظت دے کر دکھائے گا۔ کہ امریکہ وروس بھی تمہاری جوتیوں میں ہوں گے۔ اسی پر تمہارے ایمان کا خاتمہ ہوگا۔ اسی پر لاکھوں حسین عورتوں ہمیشہ کی جوانی، لاکھوں غلمان، ہمیشہ کا سکون اسی پر ملے گا۔ کہ تم اس کو دل میں نقش کر کے دکھا دو پھر ملے گا۔ اسی کے لیئے ہے محمد رسول اللہ کائنات میں جو کچھ ہے وہ محدود فانی ہے۔ تمہاری پرورش کا یقین پلٹ جائے لامحدود غیر فانی کی طرف اس کے لیئے ہے۔ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کہ خدا پالتا ہے۔ محمدؐ کی عبادت پر۔ تم محمدؐ جیسی عبادت کی محنت کر دگے تو خدا تمہیں پالے گا۔ سونے چاندی موٹروں کے استعمال کا نام نماز (محمدؐ جیسی عبادت) نہیں ہے۔ تمہارے دل و دماغ، انگلیوں ہاتھوں، گھٹنوں سب کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شکل کے مطابق استعمال نماز ہے۔ زمینداری کیا ہے؟ آپ زمین سے پلنے کے واسطے زمین کے مطابق استعمال ہوتے ہیں۔ دکان کیا ہے؟ دکان کے پلنے کیواسطے دکان کے طریقے کے اعتبار سے تمہارا استعمال۔ اسی طرح نماز کیا ہے۔ خدا کی ذات میں جو کچھ لامحدود وغیر فانی ہے۔ اس سے پلنے کے واسطے ہمارے طریقہ استعمال کا نام نماز ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح پلے تھے۔ مکہ کی گلیوں میں۔ دشمن کے نرغہ سے کس طرح بچے تھے۔ بدر میں کیسے بچے اور فتح کی اور خندق میں روٹی کیسے ملی، قبائل میں گھر گئے تو کیسے بچے۔

ان سب کا جواب یہ ملے گا کہ آپ نے نماز پڑھ کر خدا سے مانگا تھا۔ خدا نے کر دیا۔ اسی واسطے جتنی عبادت آپؐ نے کی ہے کسی نبی کسی ولی نے اتنی عبادت نہیں کی۔ نماز پڑھتے پڑھتے آپؐ سوکھی ہوئی مشک کی طرح ہو گئے تھے۔ نماز پڑھتے پڑھتے آپؐ کی رانوں تک ورم آگیا تھا۔ اچھے اچھے تندرست صحابیؓ بھی اگر آپؐ کے کہیں پیچھے کھڑے ہوئے (رات کو نوافل میں) تو کمر میں سارا دن درد رہا چھ پارے کا قیام پھر رکوع و سجدہ قیام کے برابر ایسی چار رکعتیں پڑھیں۔ آج امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے ہی چل رہی ہے۔ آپؐ نے نماز پڑھ کر خدا سے امت کا قیامت کے لئے بقا مانگا۔ آپؐ نے مانگا کہ کوئی دشمن امت پر ایسا مسلط نہ ہو جو پوری امت کو ختم کر دے۔ اللہ نے دعا قبول فرمائی اور فیصلہ فرما دیا۔ آپؐ نے امت کی مغفرت کی دعا مانگی کہ چاہے یہ کتنے ہی گناہ کرے معاف کر دیا جائے۔ اللہ نے یہ بھی فیصلہ فرما دیا۔ آپؐ نے دعا مانگی کہ پوری امت قحط سے ہلاک نہ ہو اللہ نے یہ فیصلہ فرما دیا۔ پھر آپ نے مانگا کہ آپس میں نہ لڑیں! اللہ نے منع فرمایا کہ یہ جو بدعملیاں کرینگے تو کوئی پہرا باقی رہنی چاہیے۔ حضورؐ نے ایسی نماز پڑھی کہ اللہ کو ترس آ گیا۔ جب نماز پڑھ کر آپؐ اس امت کے لئے آنسو سے روتے تھے تو زمین آپکے آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ ایکدفعہ آپ رو رہے تھے۔ اللہ نے جبرئیلؑ کو بھیجا کہ اللہ پوچھ رہے ہیں کیوں رو رہے ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ آپ کیلئے رو رہا ہوں کہ امت کا کیا ہوگا۔ خدا نے کہا کہ ہم آپکو امت کے بارے میں خوش کر دیں گے۔ نہ روئیے۔ ایک دن آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ صحابہ سمجھے کہ انتقال ہو گیا۔ فرمایا کہ آج امت کی مغفرت کی بشارت ملی تھی تو شکریہ

میں اتنا لمبا سجدہ کیا۔ آپؐ کو تین دن کا فاقہ ہے کیا کیا آپؐ نے؟ نہ کمائی کی نہ کسی رشتہ دار اور دوست سے مانگا۔ مسجد میں نماز پڑھ کر خدا سے مانگا واپس تشریف لائے عائشہؓ سے پوچھا اللہ نے روٹی بھیجی؟ کہا نہیں۔ پھر مانگا۔ پھر مانگا اسی طرح کئی مرتبہ کیا، آخری مرتبہ حضرت عائشہؓ نے کہا عثمانؓ آئے تھے کچا پکا لائے ہیں، آپؐ نے کہہ دیا کہ جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگو۔ اب رب ہونے کی جو حقیقت ہے وہ نماز کے ذریعے مسئلوں کو حل کرانے سے دل میں اترے گی۔ ورنہ یہ زبان کا بول ہی رہے گا۔ اس کی روٹی کا مسئلہ نماز سے حل ہوگا۔ شخصی مسائل کا حل ایک شخص کی نماز سے ملکی مسائل کا حل ملک والوں کی نماز سے، عالمی مسائل کا حل عالم والوں کی نماز سے ہوگا۔ حضورؐ نے سارے صحابہؓ کو نماز پہ ڈالا۔ اس پہ خدا نے قیصر و کسریٰ کے ملک ان کے ہاتھ میں پکڑا دیئے۔ اب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں خوب فتوحات ہوئیں۔ اس کے بعد ایک زبردست قحط آیا۔ چاروں طرف سے بھوکے پیاسے بدحال اٹھ اٹھ کر مدینہ منورہ آنا شروع ہوئے اور ادھر حضرت عمرؓ نے ایک دعا شروع کی کہ قحط سے یہ مر نہ جائیں۔ دوسرے عمرو ابن العاص کو لکھا کہ تیرے ساتھی خوب پڑے کھا رہے ہیں۔ حضورؐ کی امت مدینہ میں بھوکی مر رہی ہے کھانے کا سامان بھیجو۔ عمرو ابن العاص نے لکھا کہ میں سامان خوراک سے لدا ہوا ایسا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا اول مدینہ میں اور آخر مصر میں ہوگا۔ حضرت عمرؓ کے دسترخوان پہ روزانہ چالیس پچاس ہزار آدمی کھانا کھاتے۔ دیہات میں

بھی کھانا بھیجا جاتا۔ اُسی زمانے میں گاؤں کے رہنے والے ایک صحابیؓ نے بکری ذبح کی۔ تو سوائے ہڈی، خون، کھال کے بوٹی نہ نکلی۔ تو ان کے چیخ نکل گئی کہا وامحمداً! ہائے حضورؐ! آنکھوں میں آنسو آگئے ہچکی بندھ گئی، حضورؐ ہوتے تو ہمارا حال یہ نہ ہوتا۔ اسی طرح سو گئے، خواب میں حضورؐ تشریف لائے۔ فرمایا کہ ہمارا پیغام عمرؓ کو پہنچا دو کہ تو تو بہت عقلمند تھا۔ تیری عقل کو کیا ہو گیا۔ یہ صبح ہوتے ہی حضرت عمرؓ کے گھر پہنچے اور کہا حضورؐ کے قاصد کی پکار کو سنو۔ ایک دفعہ تو حضرت عمرؓ بھی بھول گئے جیسے حضورؐ کا ہی زمانہ ہو۔ پیغام سن کر لرز گئے۔ وہ سمجھے کہ میری زندگی میں کوئی فرق آگیا ہے۔ سارے مدینہ والوں کو بلا کر کہا کیا میری زندگی بدل گئی ہے سب نے کہا نہیں بدلی۔ فرمایا پھر یہ (دیہاتی صحابیؓ) کیا کہتا ہے۔؟ خواب کا مطلب۔ سوائے حضرت عمرؓ کے سارا مدینہ سمجھ گیا۔ انھوں نے کہا خواب کا مطلب یہ ہے۔ جب تمہاری نمازیں خدا کے یہاں مقبول ہیں پھر قحط کے خاتمہ کی دعا کیوں نہیں مانگتے۔ اب حضرت عمرؓ دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُکَ وَ نَسْتَغِیْثُکَ ہم معافی مانگتے ہیں اور بارش مانگتے ہیں۔ ابھی مجمع بکھرا بھی نہیں تھا کہ بارش شروع ہو گئی۔ جانوروں میں جان آنی شروع ہوئی۔ دیہاتیوں نے آکر یہ بتایا کہ جب چاروں طرف سے بادل ایک دوسرے پر چڑھ کر آرہے تھے تو بادلوں میں سے آواز آرہی تھی اَتَاکَ الْغَوْثُ یَا اَبَا الْحَفْصِ اے عمرؓ تو نے دعا مانگی تھی بادل آگئے۔ اس کے لئے نماز بنانی پڑے گی۔ وضو، استنجا، امامت

کی ذمہ داری زندہ کرنے کی بھی محنت کرنی پڑے گی جو نماز میں نہیں آئیں گے انہیں لانے کی بھی محنت کرنی پڑے گی۔ اب ایک لمبا چوڑا نماز کی محنت کا میدان بن گیا۔ اب نماز میں صورت اور سیرت دونوں ٹھیک بناؤ۔ جو نہیں آتے انہیں لاؤ۔ مسجدوں میں جو آگئے انہیں سکھاؤ، مسجدیں، محمد صلے اللہ علیہ وسلم والی نماز محنت سے بنی تھی۔ درندوں کا ختم ہو جانا۔ لیٹیروں، زناکاروں کا ختم ہو جانا، انصاف والوں کا اوپر آکر لوگوں کی زندگی بنانا۔ یہ ساری ترتیب خود بدلے گی۔ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز کی محنت کا میدان بناؤ گے۔ تمہیں کھیتوں، دکانوں سے پلنے کے منصوبے کی بجائے نماز پر محنت کر کے نماز کو پلنے کا منصوبہ بنانا پڑے گا۔ تم ویسی نماز کر لو کہ جس سے کم از کم تم دوزخی نہ رہو قبر میں عذاب نہ ہو۔ تمہیں۔ ویسی نماز بنالو۔ جس سے تمہارے چہرے کی روشنی حشر میں لاکھوں میلوں تک پڑے۔ اپنی کمائیوں سے جن کی وجہ سے تمہارا پلنے کا یقین غلط ہو گیا۔ وقت نکالو یہاں مسجد میں آکر (اللہ کی) ذات کی عظمت اس کی قدرت کو اتنا سنو کہ بن دیکھے وہ ذات تمہارے آجائے اسی لئے فرمایا ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ کہ خدا کی عبادت ایسے کرو گویا تو خدا کو دیکھتا ہے۔ خدا کو دیکھنا کب آئے گا۔ جب عبادت کے لئے خدا کی .... ذات کے اور اس کی قدرت کے تذکروں کے لئے محنت ہو۔ دنیا و آخرت کے مسئلے اُس سے (یعنی اُن عملوں سے) حل ہوں گے جس کو حضورؐ نے مسجد میں چلایا تھا۔ خون و خرابہ، اغوار، ڈکیتی، چوریاں

دشمنوں کی پرورش تبھی رکے گی جب تم وہ پروگرام چلاؤ جو حضورؐ نے مسجد میں نماز کے لیے چلایا تھا۔ وہ ساری چیزیں چلاؤ۔ حضورؐ نے مسجد کی چیزیں بہت چلائی تھیں۔ مسجد میں بھوکے پیاسے ننگے ہیں۔ ناف سے گھٹنے تک صرف کپڑا ہے۔ پھر بھی ایک آدمی کا قرآن سن رہے ہیں۔ اوڑھنے کے لیے کپڑے نہیں۔ کھانے کے لیے دانے نہیں، تعلیم کے حلقے پھر بھی چل رہے ہیں۔ ابوسعید خدری رضؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ اس حلقہ میں تشریف لائے اور فرمایا فقرائے مہاجرین خوش ہو جاؤ تم اغنیاء سے پانسو برس پہلے جنت میں جاؤ گے۔ نماز کے لیے خشوع و خضوع کی محنت کی جائے گی۔ امام کے پیچھے رہنا پڑے گا۔ جس نماز میں گفتگوں کو زانیوں کو خدا پلٹیں گے وہ نماز بنانی پڑے گی۔ اگر اللہ کو رب مانتے ہو تو پھر یہ محنت کر لو۔ جب نماز پر محنت کرتے تمہارے دل و دماغ پر خدا چھا جائیں۔ اللہ رب ہیں۔ وہ نماز کی تعلیم پر پائیں گے، حقد مے ختم کریں گے مصیبتیں دور کریں گے۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ساری باتوں پر جو فرمائیں وہ سنو۔ جب آپ فضائل کی مجلس میں بیٹھیں گے تو آپ کو معلوم ہو گا جتنے لوگ باہر محنت چلا رہے ہیں ان کا بچاؤ اس مسجد کے اندر بیٹھنے والوں سے ہو رہا ہے۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ یہ حدیث ہے حدیث۔ پھر مخبر صادقؐ کی باتیں آپ کے دل و دماغ میں آئیں گی کہ عزت یہاں ہے، پرورش یہاں ہے۔ یہاں محنت کرو۔ ذکر کرنے، تلاوت کرتے، تعلیم کرنے پر اور فضائل و مسائل سیکھنے کی محنت پر یقین ہو کہ اس سے زندگی بنے گی۔ پھر نماز دھیان سے پڑھو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

رَبِّ الْعٰلَمِیْن سب کی تربیت کرنیوالے اللہ ہیں اور عبادت پر وہ تربیت کرتے اور میرا قیام عبادت ہے۔ اگر حضورؐ کے طریقہ پر میرا قیام آگیا تو اس قیام کی وجہ سے اللہ دنیا و آخرت میں پالے گا۔ قیام میں بیت اللہ کا رخ ہو۔ قرآن کا خدا کے دھیان اور اخلاص سے پڑھنا ہو اس پر یقین جاوٴ کہ خدا اس پر پالے گا۔ پھر چلو رکوع کے اندر کیا کہو گے۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم۔ پاک ہے وہ ذات جو عظمت والی ہے۔ وہ میرا رب ہے۔ اب رکوع عبادت ہے اگر میرا رکوع حضورؐ کے طریقے پر ہو گیا۔ خدا کی قدرت پر یقین کر نہیں صورت کے اعتبار سے اور نیت کے اخلاص کے اعتبار سے تو اس رکوع پر اللہ پالیں گے۔ پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ قومہ درست ہو گیا تو خدا اس پر پالیں گے۔ پھر سجدہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو گیا تو اللہ اس پہ پالیں گے۔ یہی محنت نماز کے اندر کرنی ہو گی۔ یہی باہر کہ جس سے نماز درست ہو جائے۔ جو چیزیں نماز کو درست کریں گی ان پہ یقین بناوٴ کہ اللہ ان میں لگنے پہ پالیں گے۔ دعوت تعلیم ذکر پہ پالیں گے انھیں اپنے اندر بناوٴ۔ اب جاوٴ محلوں کے اندر گشت کرو کہ شہر کا کوئی آدمی بے نماز نہ رہے۔ مہینے میں تین دن دیہات میں جاوٴ اور کوشش کرو کہ کوئی بے نمازی باقی نہ رہے۔ سال میں چلہ میں کوشش کرو کہ پورے ملک میں کوئی بے نماز نہ رہے۔ تین چلے میں پوری دنیا میں کوشش کرو کہ کوئی بے نماز نہ رہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے کے بعد جو کچھ لیا ہے وہ نماز پر لیا ہے۔ حضورؐ نے

اکیلے اپنی . . . نماز ہی نہیں بنائی ۔ بلکہ مکہ والوں، مدینہ والوں، طائف والوں، نجد والوں سب کی نماز بنائی کیسے ؟ جو کلمہ پڑھتے انھیں نماز کی محنت میں لگا دیا ۔ جب یہ یقین آجائے کہ اللہ رب ہیں نماز پر پائیں گے تو خدا پوری دنیا کی ترتیب بدل دیں گے ۔ اب نماز والے کی نماز کب قبول ہو گی ۔ پہلے مسجد میں نماز کو بناؤ ۔ پھر نماز کی بنیاد پہ کمائی، گھر کی زندگی، معاشرت، تینوں لائنوں کو دین بناؤ ۔ یعنی انھیں حضورؐ کے ان طریقوں پر لاؤ جو چلنے کے واسطے دیئے گئے ہیں ۔ تجارت ملازمت حکومت میں بھی کمائی کی جاتی ہے ۔ آپؐ جو رستہ لائے ہیں اس میں بھی کمائی ہے ۔ گھر کی زندگی دیواروانسانوں کے راستے میں بھی ہے حضورؐ کے رستے میں بھی ہے ۔ سب کچھ نماز کی بنیاد پر کمائی گیا ہے ؟ کہ کمانے پر نہیں خدا راضی ہو کر دے گا ۔ حضورؐ کے طریقے پر کمانے سے دے گا ۔ لیکن یہ نماز درست جب ہو گی کہ یا تو نہ کماؤں یا حضورؐ کے طریقے پہ کماؤں ۔ نہ کمانے والے کا اللہ سے لینے کا طریقہ نہ بنے کہ نہ کمانے کی حالت میں مخلوق کا پیسہ نہیں دیانا ہوگا ۔ اظہار حال نہیں کرنا ہوگا، سوال نہیں کرنا ہو گا ۔ اشراف دل کی دوسری جانب جھانک نہیں کرنا ہوگا ۔ بھوک آجائے تو بھوک کی حالت میں جزع فزع نہیں کرنی ہو گی ۔ اس کی مثال کے لئے سارے حضرات چشتیہ رحمہم اللہ تعالیٰ تعالیٰ ۔ خود حضورؐ، حضرت عیسیٰؑ، اصحاب صفہؓ سب ۔ یہ سب لاکھوں مثالیں ہیں تیرے لئے نہ کمانے والوں کی ۔ اگر تو کمانا ہی چاہے تو کما ورنہ یہاں بھی پابندیاں ہیں ۔ خدا سے لینے کے لئے ۔ کماتے ہو تو

اس بنیاد پر چلو کہ کمائی سے نہیں ملے گا۔ خدا دے گا۔ حضورؐ کے طریقہ پر کماؤں گا تو اللہ دے گا۔ میں پیسے کے لئے نہیں کماتا، حضورؐ کا طریقہ کمانے میں چالو کرنے کے لئے کماتا ہوں۔ کمانا ہے یہ ثابت کرنے کے واسطے کہ ہم دوکان کرتے ہیں۔ دکان پر یقین نہیں کرتے، حکومت پہ یقین نہیں کرتے۔ خدا پہ کرتے ہیں۔ یہاں دکان کرنے میں دیکھنا ہوگا کہ کیا بیچنا ہے کیا نہیں بیچنا۔ تصویریں، فحاشی کی کتابیں، مخرب اخلاق چیزیں نہیں بیچنی جیسے ایک تو سور اور کتے حرام ہیں ان کا کھانا حرام ہے۔ آگے حلال جانور بکری وغیرہ کا آپ نے گلا گھونٹ دیا۔ یا بکری کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ خواہ آپ نے بسم اللہ اللہ اکبر بھی کہا حلال جانور بھی حرام ہو گیا۔ اسی طرح کمائی میں پہلے دیکھنا یہ ہو گا کہ جس طریقے سے حلال کمائی حلال بنتی ہے وہ طریقہ اختیار کرنا ہو گا۔ کمائی میں گھسے تو حضورؐ کا طریقہ چالو کرنے کے واسطے گھسے۔ اور کیا کہا کہ خدا کو راضی کرنے کے لئے کماتا ہوں۔ حضورؐ کے بتائے ہوئے فضائل کے شوق سے کماتا ہوں خدا اس پر پالے گا۔ آپ کی یہ کمائی چاہے تجارت ہو چاہے مزدوری آپ کا رابطہ خدا کی ذات سے قائم ہو گیا۔ اس پر آپ کو دنیا میں بھی آخرت میں بھی ملے گا جو خدا کی ذات کے خزانوں میں ہے۔ دوسروں پر گولے پڑیں گے۔ تمہاری دکان پہ نہیں پڑے گا۔ اگر پڑے گا نقصان نہیں کرے گا۔ کیونکہ تمہاری دکان میں حضورؐ کا طریقہ ہے وہ دکان راکٹ سے زیادہ مضبوط ہو گی۔ اب گھر کی زندگی بھی نماز

کی بنیاد پر چلائی ہو گی۔ اس میں بھی کچھ لباس حلال ہیں کچھ حرام ہیں، کچھ گھر بنانے حلال ہیں کچھ حرام ہیں۔ پھر حلال میں بھی کچھ طریقے حلال ہیں کچھ طریقے حرام ہیں۔ حضورؐ کے طریقے سے بیوی بچوں کے ساتھ ہماری ترتیب ہو گی تو خدا پالے گا۔ حضورؐ کے طریقے کا جھونپڑا کسریٰ کے محلوں، یہود و نصاریٰ کے طریقوں کی کوٹھیوں سے زیادہ قیمتی ہے جو پچاس روپے کے حضورؐ کے طریقے کے جھونپڑے میں مزا ہے وہ خدا کی قسم یہود و نصاریٰ کی پچاس لاکھ روپے کی کوٹھیوں میں حلاوت نہیں۔ حضورؐ کے طریقے کے سوا روپے کے کرتے میں جو مزا ہے وہ یہود و نصاریٰ کے پانچ لاکھ کے لباس میں نہیں۔ پالنے والے اللہ ہیں۔ حضورؐ کے طریقے پر پالیں گے۔ خدا پرورش اس وقت بگاڑ دیتے جب ہم گھر کے نقشے میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے طریقے پر چلیں گے۔ رب کی بنیاد پر گھر کا نقشہ بھی دیا گیا ہے اس میں دو دارود لادت و موت کے طریقے بھی آئیں گے۔ مسجدوں میں بیٹھ کر صحابہؓ اولیاءؒ کے طریقے سیکھو۔ اگر تم نے کوٹھیوں کو یہود و نصاریٰ کے طریقے پر رکھا تو زمین کا ایک جھٹکا انھیں توڑ سکتا ہے۔ اگر حضورؐ کے طریقے پر جھونپڑا بنایا تو خدا کی قسم اس پر راکٹ بھی گرے گا تو راکٹ ٹوٹ جائے گا۔ یہ اینٹ پتھر جو بے قیمت ہیں تو قیمتی بنیں گے نہیں۔ قیمتی تو حضورؐ کے طریقے ہیں جو ذات اقدس سے نکلے ہیں محمدؐ کی۔ جن کا حکم چلا ہے اللہ کی ذات سے۔ اگر ساتوں زمین و آسمان کے برابر ایک

کوٹھی ہو جسمیں سارے ہیرے جواہرات لگا دیئے جائیں تو خدا کی قسم حضورؐ کی ایک پاخانہ پھرنے کی ایک سنت کے مقابلے میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اسی بنیاد پر معاشرت لے تو اس پر خدا تمہیں خوب دینگے زمین و آسمان میں جو کچھ ہے فجر کی دو رکعت کی قیمت کے برابر نہیں۔ اب کہ پانچ ہزار ہے کہ تم انریقہ گئے۔ (اللہ کے دین کی محنت کے لیئے) تو پانچ لاکھ نماز پڑھنے والے بن گئے۔ تم میں کمائی کی ہوس عثمانؓ عمرؓ اور امام حسنؓ بننے کے لیئے نہیں ہے۔ تم میں کمائی کی ہوس ہے قارون و شداد کے نقشے پر اور یورپ کے زانیوں کے نقشے پر آنے کے لیئے۔ اگر تم حضورؐ کو امام بنالو۔ یہود و نصاریٰ کی بجائے تو تمہارے پاس خوب وقت اور پیسہ بچے گا اور پھر تم کالے گورے کو نماز کی بنیاد پر لا کر جوڑ دو تو تمہارا دنیائے انسانیت پر بہت بڑا احسان ہو گا۔ دنیا آپ کو اس کا بدلہ نہ دے گی خدا دے گا۔ ایک ایک نماز پر خدا ساتوں زمین و آسمان سے بڑی جنتیں دے گا۔ ایک معاشرت بنانی پڑے گی۔ انصاف کی بنیاد پر۔ یہ انصاف نہیں اپنی لاکھوں کی کوٹھی ہو اور دوسرے لاکھوں فاقے مر رہے ہوں۔ اگر آپ اس پر نہیں آسکتے۔ کچھ تو اپنا معیار کم کیجیئے اور اپنے نبی کی نقل اتاریئے۔ جنھوں نے تین تین دن فاقے کیئے ہیں تمہارے بننے کے لیئے آپؐ نے خون کے بہت قطرے بہائے ہیں۔ حالانکہ آپؐ کے خون کے ایک قطرے کی زمین و آسمان قیمت نہیں بن سکتے۔ یہ نہیں تھا کہ حضورؐ پر نہ ملنے کی وجہ سے فاقہ آتا تھا بلکہ عشاق دیتے ہیں۔ ہدیے تو امت پر

پر لگا دیتے ہیں۔ خود فاقے کرتے ہیں۔ فاطمہ رض سے اتنی محبت ہے کہ حضرت علی رض
نے جب اُن کے ہوتے ہوئے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو
حضور ص نے فرمایا کہ ابوجہل کی بیٹی سے میں نکاح حرام نہیں کرتا لیکن میری
فاطمہ کو جو دکھ پہنچائے اس کا مجھ سے تعلق نہیں۔ اسی فاطمہ رض کا جب
نکاح کیا تھا تو سب سے غریب علی رض سے کیا تھا۔ ایک دفعہ غلام باندی
آئے تو فاطمہ رض حضرت علی رض کے بھیجنے پر گئیں۔ شرم سے واپس آگئیں حضور ص
تشریف لائے۔ علی رض نے مدعا بیان کیا تو فرمایا امت بھوکی مرے اور
تمھیں باندی غلام دوں۔ حضور ص کی امت آج بگڑ رہی ہے تم تھوڑی
سی قربانی کر کے اس کو اوپر نہیں لا سکتے۔ معاشرت میں انصاف کو سامنے
رکھو۔ صاحب یہ مہاجر و مقامی کا مسئلہ ہے۔ یہ تمہیں کہنا ہوگا۔ پٹھان غیر
پٹھان کا مسئلہ کہنا یہ ظلم کے نعرے ہیں۔ جب آدمی ظلم کرتا ہے جاہلیت کی عصبیت
پر عمل کرتا ہے تو خدا نماز و روزہ اسکے منہ پر مار دیتے ہیں یہاں تک کہ مسلم، عیسائی،
ہندو مسلم بھی کوئی مسئلہ نہیں کہ تم مسلم کی مسلم ہونے کی وجہ سے حمایت کرو۔ اگر اس
طرح مدد کرو گے تو تم ظالم ہوگے۔ اور ظالم کو خدا کبھی نہیں چمکاتے۔ تم تحقیق کرو
کہ واقعہ کیا ہے پتہ چلا کہ اس پنجابی نے سندھی کے پیسے چھین لئے ہیں تو آپ پنجابی
ہونیکے باوجود سندھی کی مدد کیجئے اور پنجابی سے حق دلوائیے۔ جو قوم انصاف
کرے گی سروں پر آئے گی جو ظلم کرے گی پیروں میں آئیگی۔ اب ہماری مدد نہ قومیت
نہ لسانیت نہ وطنیت نہ رشتہ داری نہ پارٹی کی بنا پر ہوگی۔ حتیٰ کہ مسلمان ہونے
کی بنا پر بھی نہ ہوگی بلکہ ظلم و انصاف کی بنا پر ہوگی۔ پھر تمہارے سامنے نہ

راکٹ نہ بمبار جہاز کوئی چیز ہے۔ چاہے تمہارے پاس کھانے کے لیئے جو کی روٹی چٹنی ہو تو خدا تمہیں ساری دنیا میں چمکائے گا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ .... اے ملک کے مالک جسے چاہتا ہے تو ملک دیدیتا ہے جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے جسے چاہے ملک دیکر ذلت دیدے جسے چاہے ملک چھین کر عزت دیدے۔ تو سب کچھ اپنی قدرت سے کرتا ہے۔ جو اپنی عبادت، کمائی، گھر کی زندگی، معاشرت میں اللہ کے رب ہونے اور حضورؐ کے طریقے پر نماز کی بنیاد پر چلنے کے اعتبار سے چلتا ہے تو مسلمان ہے۔ آج تم پہاڑ سمجھتے ہو کہ کوٹھی والا جھونپڑے میں کیسے رہیگا۔ جسدن حضورؐ تمہارے محبوب بنیں گے پھر کہو گے محبوب چاہے میں رہے اسی میں رہنا ٹھیک ہے۔ جب نماز پڑھ کر خدا سے پلنے کا یقین آجائے گا تو پھر کمائی، گھر کی زندگی، معاشرت تینوں لائنیں حضورؐ کے طریقے پر آجائیں گی۔ اسکے لیے حضورؐ نے مدنی صحابہؓ کی ایک ترتیب قائم فرمائی تھی۔ جسکی وجہ سے تمہارا ہمارا وجود ہوا ہے۔ وہ ترتیب تھی سال میں چار ماہ عبادت کی محنت میں باہر نکلکر لگنا۔ باقی کا آدھا دن آدھی رات عبادت کی محنت میں مقام پر اور باقی آدھا وقت کھانے کمانے میں۔ ایک طبقہ جتنا کہ مدنی صحابہؓ کا تھا اس ترتیب پر آجائے۔ اس سے ادنی ایک دفعہ انگلی کٹا کر شہیدوں میں داخلے کی صورت یہ ہے کہ ایکدفعہ چار ماہ لگالو پھر ہر سال چلہ لگاتے رہو۔ ہفتہ میں ایک رات اور دو گشت اور مہینے میں تین یوم لگاتے رہو انشاءاللہ یہ ترتیب محنت کسی نہ کسی دن اللہ کے رہنے کو دلمیں اتار دیگی۔ نماز سے پلنے کا یقین پیدا کردیگی۔